ISLAMIC
BP165.7
M847
1909

McGill University Libraries
3 101 979 294 B

MG1 .M9529t
INSTITUTE
OF
ISLAMIC
STUDIES
41527 ★
McGILL
UNIVERSITY

سلسلۂ تالیفات وکیل ٹریڈنگ کمپنی لمیٹڈ امرتسر

نمبر ۱

تقلید اور عمل بالحدیث

از

نواب محسن الملک مولوی سید مہدی علی مرحوم

۱۹۰۹ء

مطبوعہ نولکشور سٹیم پریس لاہور

تعداد جلد ۱۰۰۰

قیمت فی جلد ۸

MOONIS BOOK DEPOT
Street, Badaun, U.P. (India)

MGI
M9529T

وکیل ٹریڈنگ کمپنی کی نوطبع وجدید کتب

الاسلام

جب بچہ اُردو لکھنے پڑھنے پر قادر ہو جائے تو سب سے پہلے جو کتاب اسکو پڑھانی چاہیئے وہ الاسلام ہے۔ یہ اسلام کے عقائد ضروریہ میں ایک نہایت ضروری اور بہترین کتاب ہے ظاہر ہے کہ ہر مسلمان کو اپنے مذہب کے عقائد سے واقف ہونا اور اُن کو خدا اور رسول خدا صلعم کے ارشاد کے مطابق درست رکھنا چاہیئے۔ اگر عقائد درست نہیں تو اعمال برباد ہیں یہ کتاب خاص اسی غرض سے تالیف ہوئی ہے اور علمأ کرام نے اس کو بہت پسند فرمایا ہے بچوں کی سمجھ کے مطابق جیسا عمدہ بیان اس کتاب میں یقیناً کسی کتاب میں نہیں بعض اسلامی ریاستوں اور انجمنوں میں اسکی خوبیوں نے اس کو داخل نصاب مذہبی کرادیا ہے۔ اگر آپ اپنے بچوں کو صحیح الاعتقاد مسلمان بنانا چاہتے ہیں تو یہ کتاب اُن کو ضرور پڑھوائیے مصنفہ مولوی فتح محمد خاں صاحب جالندھری قیمت ۸/

اسلام کی دنیوی برکتیں

نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی صاحب بہادر مرحوم کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔ اعتراضات غیر مذاہب کی طرف سے اسلام پر کیئے جاتے ہیں اُن کا واقعات اور حکم استدلال سے نہایت متین اور مہذب جواب ہے مولوی چراغ علی دل ودماغ کے لحاظ سے اُن شخصوں میں سے تھے۔ جو قدرت روز پیدا نہیں کرتی جو اسلوب بیان اس رسالہ میں اختیار کیا گیا ہے وہ اُردو لٹریچر میں السابقون الاولون کا حکم رکھتا ہے۔ قیمت ۸/

سوانح مولوی روم

اس کتاب میں حضرت مولانا روم کی علم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقلید اور عمل بالحدیث

تھوڑے دن ہوئے کہ میں نے اپنے مذہب کے ایک بڑے محقق کے کلام سے اخذ کر کے ایک مضمون دین میں تحریف ہونے کا لکھا تھا اور وہ ایک پرچے میں تہذیب الاخلاق کے چھپا ہے اُس میں جہاں ذکر تقلید کا تھا وہاں میں نے وعدہ کیا تھا کہ اسکو آیندہ بہ تفصیل لکھونگا چنانچہ اب اُس کو لکھتا ہوں۔

اس مضمون میں سات تذکرے ہیں

اول۔ مذاہب اربعہ کے جاری ہونے سے پہلے زمانے کا حال ہے۔

41527

دوسرے - مذاہب اربعہ کی بنیاد پڑنے کا زمانہ اور اُسکا سبب -
تیسرے - ان چاروں مذہب کی پابندی کامل طرح سے کب ہوئی
چوتھے - ان چاروں مذہبوں میں اختلاف ہونے کا باعث -
پانچویں - اجتہاد اور عمل بالحدیث میں کیا فرق ہے -
چھٹے - تقلید اور عمل بالحدیث پر مقلد اور غیر مقلد کا مباحثہ -
ساتویں - قول فیصل بہ نسبت تقلید اور عمل بالحدیث کے -

مذاہب اربعہ کے جاری ہونے سے پہلے زمانے کا حال

پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثناء کے عہد کرامت مہد میں سوا سے قرآن مجید کے مسائل شریعت اور احادیث اور احکام کے جمع کرنے کا کسی کتاب یا نسخے میں رواج نہ تھا پس اُس وقت میں نہ کسی نے کوئی حدیث کی کتاب لکھی نہ فقہی مسائل یا شرعی احکام کو کسی صحابی نے جمع کیا نہ کسی علم کے اُصول و قواعد اُس وقت مقرر ہوئے اُس زمانے میں عمل کی یہ صورت تھی کہ اصحاب نبوی جیسا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتا ہوا دیکھتے ویسا ہی خود کرتے - ارکان اور آداب اور تدقیقات فقہی پر کچھ توجہ نہ کرتے اور ان کی تعلیم کی یہ کیفیت تھی کہ جو کچھ سرور کائنات علیہ التحیات والصلوات فرماتے یا کسی معاملے میں فتویٰ

یا کسی سوال کا جواب دیتے تو اُسے حضرت کے اصحاب سُنتے اور یاد رکھتے اور چونکہ آنحضرت عادات اور مباحات اور سُنن عبادات میں اکثر ایک ہی امر کے پابند نہ رہتے اور مثل فرائض کے اُن کا التزام نہ رکھتے اور نیز ہر وقت اور ہر حال میں سب اصحاب بھی خدمت میں برابر حاضر نہ رہتے اس لئے جس نے جو حضرت کو کرتے ہوئے دیکھا اُسے یاد کیا یا جو کچھ ارشاد فرماتے سُنا اُس کی کوئی وجہ اور علت اپنے نزدیک سمجھ لی اور صرف اطمینان قلبی پر نہ استدلال کے طریقوں پر بھروسہ کر کے اُسے ذہن نشین کیا پس جو شخص صحابہ میں سے اُن باتوں کے یاد رکھنے اور اُس پر غور کرنے کا زیادہ شائق تھا وہی اُن میں زیادہ فقیہ ہوا یا جس نے پیغمبر خدا کی صحبت میں رہ کر ان باتوں کی زیادہ تعلیم پائی وہ بہ نسبت اوروں کے زیادہ واقف ہوا۔

جب آنحضرت کا زمانہ گذرا اور اصحاب کا زمانہ آیا تب اُنھوں نے اپنی دیکھی سُنی ہوئی باتوں پر خود عمل کیا اور اگر کوئی بات جدید پیش آئی تو اوروں سے پوچھ لیا اگر کسی بات میں کوئی حکم صریح کتاب و سنت سے نہ ملا تو منصوصات کتاب و سنت پر غور کیا اور اُس کی علت کو دریافت کر کے اُسی پر پیش آئے ہوئے معاملے کو قیاس کیا اور اگر کوئی مسئلہ مشکل ہوا تو اپنے آپس میں صلاح و مشورہ کر کے اُس کو طے کر لیا +

صحابہ کے زمانے میں جو لوگ نئے پیدا ہوئے یا نئے ایمان

لائے اُنھوں نے صحابہ سے اُسی طور پر علم دین حاصل کیا جس طرح
پر صحابہ نے آنحضرت سے سیکھا تھا یعنی جس نے جس صحابی کو پایا اور اُسے
فقیہ جانا اُس سے مسائل شریعت کو اخذ کیا اور احادیث نبوی کو سیکھا
اور چونکہ بعد آنحضرت کے صحابہ دور دور ملکوں میں پھیل گئے تھے
اور بجائے ایک مکے یا مدینے کے صدہا کوس کے فاصلے پر چلے گئے
تھے اور ایک دوسرے سے جدا ہو کر منتشر اور متفرق شہروں میں
جا بسے تھے اس لئے اُس زمانے کے لوگوں نے اپنے ہی شہر اور
اپنے ہی ملک بلکہ اپنے ہی محلّے کے رہنے والے صحابی سے امور
دینی کی تحقیق کی اور انہیں سے احادیث نبوی اور مسائل شرعی کو
سیکھا اور چونکہ اکثر اصحاب نبوی فقیہ تھے اور نامی گرامی اصحاب
بھی بڑے بڑے شہروں میں موجود تھے اور ضروری مسائل بھی اُنکو
یاد تھے اور جھگڑے قصے کی باتیں بھی اُس وقت تک شروع نہ تھیں
اور نئی نئی تدقیقات اور جدید جدید مصطلحات کا بھی رواج نہ ہوا تھا۔
اور علم بھی الفاظ غریبہ کی دقّت اور اصطلاحات عجیبہ کی وحشت سے
پاک تھا اور فقیہ ہونا بھی دلائل منطقی کے جاننے اور اصول فلسفی سے
واقف ہونے پر منحصر نہ تھا اس لئے اُس زمانے کے سیدھے سادے
پاک اور نیک لوگوں کی روزمرہ کی کارروائی اور حاجت براری کے
لئے ہر شہر میں ایک عالم موجود تھا اور بسبب نہ رائج ہونے مناظرہ
اور مجادلہ اور کلام کے کوئی کسی پر کسی طرح کا الزام بھی نہ دیتا تھا اور

بسبب صفائی طینت اور پاکی نفس کے فضیلت اور تفقہ کا بھی اظہار کسی کو منظور نہ تھا اس لئے تابعین میں سے جو لوگ عوام تھے وہ وقت پیش آنے ضرورت کے اپنے شہر کے نامی مشہور صحابی سے مسئلے پوچھ لیا کرتے اور جو کچھ وہ کہہ دیتے اس پر عمل کرتے اور جو لوگ علم دین کے شائق تھے وہ اُنہیں سے علم دین کو تحصیل اور مسائل شریعت کی تحقیق کرتے پس جبکہ صحابہ کا زمانہ نہ رہا تو وہی لوگ اپنے اپنے شہر کے عالم اور محدث ہو گئے اور وہی مفتی اور فقیہ مشہور ہوئے۔

بعد تابعین کے جو زمانہ تبع تابعین کا آیا اُنھوں نے بھی اسی طور سے اپنے اپنے شہر کے مشہور اور نامی فقیہ سے جو تابعین میں سے تھے تعلیم پائی اور فقہ حدیث کو سیکھا پس اُس وقت میں ہر شہر کا ایک علیحدہ امام اور ہر مقام کا ایک خاص عالم اور فقیہ تھا جو لوگ اُسکی باتوں کو مانتے یا اُس کے فتووں پر عمل کرتے یا اُس کی سند سے احادیث کو روایت کرتے وہ اُس کی طرف منسوب ہوتے اور اُس عالم کے مذہب پر چلنے والے کہلاتے۔

تابعین کے وقت تک مذہب سے صرف لغوی معنی مُراد لئے جاتے تھے نہ اصطلاحی معنی جو آج کل لوگوں کے ذہنوں میں ہیں۔ اُس کی تخصیص بھی کسی خاص فرقے اور گروہ پر نہ تھی بلکہ ہر شخص پر موافق اُس کی راے اور طریقے کے اس لفظ کا اطلاق ہوتا تھا چنانچہ مذہب فلاں ہکذا بجاے قولہ یا عملہ ہکذا کے بولا جاتا اور جو

عالم نامی گرامی ہوتا وہ فقیہ اور امام کہلایا جاتا ہایں اعتبار اُس وقت میں مذہب بھی بہت سے تھے اور امام صاحب مذہب بھی بہت سے اُس وقت کے مذہبوں اور اماموں کا حال بعینہ اپنے زمانہ کے مولویوں اور اُن کے عقائد اور اعمال کے حال پر قیاس کرنا چاہیئے کہ جو جس شہر میں مشہور مولوی ہے اُسی سے لوگ استفتاء کرتے ہیں اُسی سے علم سیکھتے ہیں اُس کی باتوں پر عمل کرتے ہیں۔ اور اُسی کے فتووں پر چلتے ہیں اور جس طرح پر آج کل ایک ملک کے لوگ ایک ہی شہر کے مولوی یا ایک ہی عالم کے پابند نہیں ہیں بلکہ اپنے اپنے شہر کے مولویوں کی راہ پر چلتے ہیں اسی طرح پر اُس زمانے میں تمام عرب وعجم کے لوگ کسی ایک یا چند معیّن فقیہوں کے پابند نہ تھے بلکہ ہر شہر کے آدمی اپنے اپنے فقیہ اور مفتی اور محدث کے قول پر عمل کرتے اور اُسی سے فتوے لیتے اور علم سیکھتے غرضکہ جس طرح پر آجکل لکھنؤ کے مولوی الگ ہیں اور دہلی کے علیحدہ اور جونپور کے جُدے اسی طرح اُس وقت بھی مکہ اور مدینہ اور بصرہ اور کوفہ کے فقیہوں کی صورت تھی چنانچہ اُس زمانے میں مدینہ منورہ کے فقیہ اور صاحب مذہب سعید بن مسیب اور سالم بن عبداللہ بن عمر تھے اور بعد اُن کے زہری اور قاضی یحییٰ بن سعید اور ربیعہ بن عبدالرحمن ہوئے اور مکے میں عطا ابن ابی رباح اور کوفے میں ابراہیم نخعی اور شعبی اور بصرے میں حسن بصری اور یمن میں طاؤس بن کیسان اور شام میں مکحول امام اور

مجتہد تھے یہ صورت دوسری صدی کے اوسط تک یعنی ۱۴۳ھ تک قائم رہی اور لوگوں نے مسائل شریعت میں کسی شخص معین کی کامل پابندی نہ کی مگر بعد اُس کے وہ زمانہ شروع ہوا جس میں ان مذاہب اربعہ کی بنیاد پڑی اور جس سے مذہب کے وہ اصطلاحی معنے قرار پائے جیسے مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنی[1] بعض تالیفات میں لکھا ہے کہ مذہب نام راہیست کہ بعض اُمتیان را در فہم شریعت کشادہ شود و بعقل خود چند قاعدہ قرار دہد کہ موافق آن قواعد استنباط مسائل شرعیہ از ماخذ آن نماید۔

مذاہب اربعہ کی بنیاد پڑنے کا زمانہ اور اس کے رائج ہونے کا سبب

تبع تابعین کے زمانہ میں حدیث وفقہ کی تعلیم و تعلم کی صورت تو وہی تھی جو تابعین کی تھی لیکن اُس وقت میں بہ سبب کثرت مسلمانوں کے اور شروع ہونے جھگڑے اور فساد کے اور جاہل ہو جانے خلفائے وقت کے اور شائع ہونے جھوٹ اور افترا کے اور واقع ہونے اختلاف کے خدا نے لوگوں کو مسائل کے جمع کرنے اور اُصول و قواعد کے منضبط کرنے اور ارکان اور آداب عبادات کی تشریح کرنے اور اجتہاد اور استنباط اور استخراج کے قاعدے ترتیب دینے پر راغب کیا اور اُس وقت کے

[1] تحفہ اثنا عشریہ۔

نیک اور پاک لوگوں کو حدیث اور فقہ کی تدوین کا شوق دیا چنانچہ دوسری صدی کے اوسط سے جس شہر میں جو نامی فقیہ اور عالم تھا اُس میں بعض بعض نے حدیث کی تالیف پر اور فقہ کی تدوین پر کمر باندھی اور مسائل کا جمع کرنا شروع کیا چنانچہ مکے میں ابن جریح اور ابن عینیہ نے اور مدینے میں امام مالک اور محمد بن عبد الرحمٰن ابن ابی ذہب نے اور کوفے میں ثوری نے اور بصرے میں ربیع ابن صبیح نے اول اول حدیث میں تالیف کی اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک وغیرہ نے فقہ کی تدوین شروع کی۔

سب سے پہلے حنفی مذہب کی بنیاد پڑی اس لئے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ علیہ کو خدا نے اجتہاد اور استنباط مسائل اور استخراج فروعات کی ایک خاص قسم کی استعداد دی تھی اور وہ زہد اور ورع میں بھی کامل تھے پس اُنہوں نے اپنے شہر کے امام و فقیہ ابراہیم نخعی کی احادیث او اقوال اور روایات پر اپنے مذہب کی بنا قائم کی اور اُن ہی کے اُصول پر استخراج کرنا جزئیات مسائل کا شروع کیا چنانچہ یہ امر بخوبی اُس شخص پر ظاہر ہے جس نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الآثار اور جامع عبد الرزاق اور مصنف ابی بکر ابن شیبہ کو دیکھا ہے اور پھر ابراہیم نخعی کے اقوال کو امام ابو حنیفہ رح کے مذہب سے ملایا ہے۔

غرض کہ جب امام ابو حنیفہ رح نے اس طور پر فقہ کی تدوین شروع کی تب لوگوں نے اُن کی طرف رغبت کی اور اُن کے اُصول و فروع کو پسند کر کے اُسے سیکھا اور فقہائے کوفہ نے اُن کے اجتہاد کو

قبول اور اُن کے استخراجی مسائل پر عمل کیا اور جب قاضی ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما سے دو شاگرد اُن کے ہو گئے تب پہلے شاگرد کی امارت اور قضا کے سبب سے اور دوسرے شاگرد کے علم اور تالیف کی برکت سے امام کا مذہب سارے عراق اور خراسان اور ماوراء النہر میں پھیل گیا ۔

حنفی مذہب کے بعد بنیاد مالکی مذہب کی پڑی کہ امام مالک حدیث اور فقہ اور زہد اور پرہیزگاری میں بڑے مشہور تھے اور اُن کو احادیث نبوی بہت سی یاد تھیں اور وہ اُس کے ضعف اور قوت سے بھی بخوبی واقف تھے چنانچہ اُنہوں نے نہایت عمدہ اور صحیح اور جامع کتاب حدیث کی لکھی جس کا نام موطا ہے اُس کی قبولیت اعلیٰ درجے پر پہنچی اور ہزاروں آدمیوں نے اُس وقت کے اُس کی سند امام مالک سے حاصل کی پس امام مالک کی اُس کتاب کی برکت سے ایسا فائدہ لوگوں نے پایا کہ جس کا کچھ بیان نہیں ہو سکتا پس جہاں جہاں اُن کے اصحاب اور شاگرد پہنچے اور اُن کی کتاب کو لوگوں نے دیکھا اُن کے مذہب پر عمل کرنا شروع کیا پھر تو اُن کے بعد اُن کے شاگردوں نے اُن کے مذہب کے اُصول اور دلائل کو ترتیب دیا اور اُن کی کتاب کے خلاصے کئے اور اُن کے کلام اور فتووں کی شرح کی یہاں تک کہ آخر اُن کا بھی ایک جُدا مذہب قرار پایا اور نواح مغرب کی طرف جہاں اُن کے تلامذہ زیادہ ہوئے مالکی مذہب پھیل گیا ۔

ان دونو مذہبوں کی بنیاد پڑ چکی تھی کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے اُنھوں نے دونو مذہب کے اصول و فروع کو دیکھ کر اور اُن کے کلیات و جزئیات پر نظر کر کے اُن باتوں کو جو اُن مذہبوں میں ناقص تھیں پورا کیا اور نئی طرز سے اُصول اور قواعد کو ترتیب دیا۔

امام شافعی رحمہ نے سب سے اول ایک کتاب اُصول کی تالیف کی اور اُس میں احادیث مختلف کے جمع کرنے کے قاعدے مرتب کئے اور احادیث مرسل اور منقطع پر استناد کرنے کا بغیر پائے جانے اُسکی شرائط کے التزام ترک کیا چنانچہ جو کچھ اُنھوں نے حنفی اور مالکی مذہب سے اختلاف کیا اکثر ان باتوں میں تھا۔

اول۔ احادیث مرسل اور منقطع پر استناد نہ کرنا۔ امام شافعی رحمہ نے حنفی اور مالکی مذہب والوں کو بعض احادیث مرسل اور منقطع پر استناد کرتے ہوئے دیکھ کر یہ اصول قائم کیا کہ ایسی احادیث پر جب تک اُسکی شرائط پائی نہ جاویں سند نہ کی جاسے اس لئے کہ طرق حدیث کے جمع کرنے سے بخوبی ظاہر ہوا کہ بعض احادیث مرسل محض بے اصل ہیں اور بعض مُسند کے مخالف ہیں۔

دوسرے۔ احادیث مختلفہ کے جمع کرنے کے اصول قائم کرنا۔ امام شافعی رح سے پہلے احادیث کی وہ کثرت نہ تھی جو اُن کے زمانے میں ہوئی اس لئے کہ ہر شہر کے رہنے والے اپنے ہی شہر کے عالموں اور اماموں سے احادیث کو اخذ کرتے اور اُسی کو روایت کرتے مگر

جب اس علم کی تدوین شروع ہوئی اور لوگوں نے ایک شہر سے دوسرے شہر میں جاکر احادیث کو سیکھا اور متفرق متفرق لوگوں کو جو کچھ حدیثیں یاد تھیں اُن سے سُنا تو احادیث کی کثرت ہوگئی اور پھر اُن میں اختلاف بھی معلوم ہوا تو ضرور ہوا کہ اُس اختلاف کے رفع کرنے اور احادیث مختلفہ کے جمع کرنے کے قاعدے مقرر کئے جاویں چنانچہ اسی واسطے امام شافعی نے ایک اصول کی کتاب تالیف کی۔

تیسرے۔ احادیث صحیحہ کے ترک کرنے سے پرہیز کرنا پچھلے لوگوں نے جن جن بزرگوں سے فقہ کو حاصل کیا اور جن کے اقوال پر اپنے مذہب کی بنا قائم کی اُن کو اس وقت تک بعض احادیث صحیحہ نہیں پہنچیں اور اُن کو بہ سبب نہ معلوم ہونے اُن احادیث کے جن سے مسائل بتصریح نکلتے تھے قیاس سے کام لینا پڑا پس جبکہ امام شافعیؒ نے دیکھا کہ بعض احادیث صحیحہ پر عمل کرنا پچھلے مذہبوں میں مجبوری رہ گیا ہے۔ تو امام شافعیؒ نے اس امر کو صاف بیان کیا کہ وقت مل جانے حدیث صحیح کے قیاس کو چھوڑ دینا اور حدیث صحیح پر عمل کرنا ضرور ہے۔ اور اُنھوں نے ثابت کیا کہ یہی طریقہ صحابہ اور تابعین کا تھا کہ وہ ہمیشہ احادیث کی جستجو کرتے جب کوئی حدیث نہ ملتی تب استدلال اور قیاس سے کام لیتے اور اگر پیچھے اُن کو حدیث پہنچ جاتی تو اُسی وقت قیاس کو چھوڑ دیتے اور عمل بالحدیث کرنے لگتے ۔

اس بات سے کہ امام ابوحنیفہ یا امام مالک وغیرہ کو سب احادیث پر

اطلاع نہیں ہوئی درحقیقت اُن کی پاکی اور بزرگی اور علم پر کچھ الزام
نہیں آتا اس لیئے کہ اُس وقت تک وہ مادّہ احادیث کا نہ تھا جو
بعد ازاں امام شافعی کو ملا اور اُس کا عذر علماے محققین حنفیہ نے
خود کیا ہے چنانچہ امام شعراوی لکھتے ہیں ان عذر ابی حنیفۃ فی
کثرۃ القیاس عدم بلوغ الاحادیث الصحیحۃ الیہ فی زمنہ
یعنی امام ابوحنیفہ کا عذر کثرت قیاس میں یہ ہے کہ سب احادیث
صحیحہ اُن کو اُن کے وقت میں نہ پہنچی تھیں اور علامہ احمد بن عبد السلام
اپنی کتاب رفع الملام عن الائمۃ الاعلام میں لکھتے ہیں کہ بہت سی
حدیثیں ایسی ہیں جو کہ خود خلفاے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نہیں
پہنچیں اور علاوہ اُن کے اَور اصحاب اُن سے واقف ہوئے۔
پس اگر بعد اُن کے کسی امام کو احادیث صحیحہ پر اطلاع نہیں ہوئی
تو کچھ جاے تعجب نہیں اور اس مضمون کو لکھ کر علامۂ موصوف
لکھتے ہیں کہ فمن اعتقد ان کل حدیث صحیح قد بلغ کل واحد
من الائمۃ او اماماً معیناً فھو مخطی خطاءً فاحشاً قبیحاً
یعنی جس نے یہ اعتقاد کیا کہ ساری صحیح حدیثیں ہر ایک امام کو پہنچ
گئیں یا کوئی خاص امام اُن سب سے مطلع ہوا تو ایسا اعتقاد کرنے
والا کھلی ہوئی نہایت قبیح خطا پر ہے اور یہ بھی وہ لکھتے ہیں کہ اگر کوئی کہے
کہ کیونکر سب احادیث نبوی پر اطلاع نہیں ہو سکتی تھی جبکہ احادیث
کی تدوین ہو چکی تھی تو یہ بھی بڑی غلطی ہے لان ھٰذہ الدواوین

المشهورة فی السنن انما جمعت بعد انقراض الائمۃ المتبوعین
اس لئے کہ یہ کتابیں مشہور بعد گذرنے اُن اماموں کے مدون ہوئی ہیں جن
کی لوگ تقلید کرتے ہیں اور یہ کہہ دینا مقلدین کا کہ ہر مسئلہ میں ہمارے
امام کے پاس ایک حدیث تھی اور ایک خاص دلیل وان لم نعرفہ و
نحتقدہ یعنی گو ہم اس کو نہیں جانتے حقیقت میں ایسا جواب ہے جس
کو سفسطہ محض اور جہالت قبیح کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے ۔

اور مقدمہ منہج کے باب تبری الائمۃ من اقوالہم اذا خالف الشریعۃ میں
امام شعراوی نے صاف لکھ دیا ہے کہ لو عاش ابو حنیفۃ الی تصحیح
الاحادیث لترك القیاس یعنی اگر امام ابوحنیفہ اتنی زندگی
پاتے کہ تصحیح حدیث کر سکتے تو ضرور وہ قیاس کو چھوڑ دیتے ۔

غرض کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن مسائل میں قیاس کو جن
میں بسبب نہ پانے حدیث کے اگلے اماموں نے اجتہاد کیا تھا چھوڑ دیا
اور صرف حدیث پر عمل کیا ۔

چوتھے ۔ اقوال صحابہ پر بوجہ مخالفت حدیث کے استدلال نہ کرنا
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے وقت میں صحابہ کے اقوال بھی لوگوں نے جمع کر لئے تھے اور وہ باہم
مختلف تھے اور بعض بعض احادیث صحیح کے مخالف تھے اس لئے امام شافعی نے اُن
کے اقوال پر بعد پانے حدیث صحیح کے استدلال کرنے کو ترک کیا اور صاف
کہہ دیا کہ ھم رجال ونحن رجال کہ وہ بھی آدمی تھے اور ہم بھی آدمی
ہیں اُن سے غلطی ہو سکتی تھی پس بعد پانے حدیث کے اُن کے اجتہاد

پر عمل کرنا ضرور نہیں بلکہ اُس کا ترک کرنا اور حدیث پر عمل کرنا ضرور اور لازم ہے کما قال شارح سفر السعادۃ ابو حنیفہ تقلید صحابی را درانچہ صحابی باختیار خود گوید واجب داند وشافعی گوید ہم رجال ونحن رجال ما وایشان در اجتہاد برابریم وہمہ مجتہدانیم مجتہد را تقلید مجتہد دیگر نرسد۔

پانچویں۔ رائے اور قیاس میں تمیز کرنا امام شافعیؒ کے وقت میں اکثر لوگ ایسے تھے جو اجتہاد میں رائے کو دخل دیتے اور اُسی کو وہ قیاس سمجھتے جو شرعاً جائز ہے حالانکہ قیاس جو شرعاً جائز ہے اور جو صحابہ اور جو تابعین میں جاری تھا وہ صرف یہ ہے کہ کسی حکم منصوص سے اُس کی علت نکالنا اور جس میں وہ علت پائی جاوے اُس پر اُسی حکم کو قائم کرنا مثلاً خدا کی کتاب میں شراب کی حرمت مذکور ہے نہ کسی اور مسکرات کی تو حرمت شراب کی حُکم منصوص ہے اور سُکر اُس کی حرمت کی علت[1] ہے پس جس چیز میں وہ علت پائی جاوے یعنی سُکر اُس پر حرمت کا حکم قائم کرنا حقیقت میں قیاس ہے اور رائے یہ ہے کہ کسی تراشی ہوئی بات کو اصول میں قائم کرنا اور اُسی کو علت حرمت وحلت کی بنانا مثلاً مظنہ حرج یا مصلحت عام کو کسی حکم کی علت ٹھیرانا پس ایسے قیاس کو جو کہ درحقیقت رائے ہے امام شافعی نے ترک کیا اور صاف کہہ دیا کہ من استحسن فانہ اراد ان یکون شارعاً کہ جو قیاس استحسان کو شریعت

[1] مگر ضرور ہے کہ اس علت کا علت ہونا بھی نص سے ثابت ہوا ہو نہ کسی انسان کی عقل سے۔

میں دخل دیتا ہے وہ دراصل اپنے آپ کو صاحب شریعت بنایا چاہتا ہے

غرض کہ یہ چند کھلی ہوئی اور صاف باتیں ہیں جس سے امام شافعی نے اپنے پچھلے ائمہ سے اختلاف کیا اور بیچ کے ذریعے اور واسطے چھوڑ کر اصل ماخذ سے فقہ کو لیا اور کتاب و سنت ہی پر مدار اپنے مذہب کا رکھا اور کسی خاص شہر کے عالم یا کسی معین قوم کے فقیہ کے اقوال و اصول پر اپنے اجتہاد کی بنا قائم نہ کی اور حقیقت میں یہ طریقہ اُن کا نہایت ہی اچھا تھا لوگوں کو حد سے زیادہ پسند ہوا اور بڑے بڑے فقہا اور محدثین نے اُن کے مذہب کی خوبی کا اقرار کیا اور اُس کو اختیار فرمایا اور اس طور سے بعد چندے مذہب شافعی رح رائج ہوا۔

جو کیفیت حنفی اور مالکی اور شافعی مذہب کی بنیاد کی ہوئی قریب قریب اُسی کے امام احمد بن حنبل کے مذہب کی بنیاد پڑنے کی ہے۔

اس مسلسل مختصر بیان سے سمجھنے والے کو نہ صرف یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ بنیاد ان چاروں مذاہب کی کب اور کیونکر پڑی بلکہ یہ بھی ثابت ہو سکتا ہے کہ کسی نے منجملہ ان چاروں امام کے اپنے مذہب کو لوگوں کی تقلید کے لئے نہیں بنایا اور اپنے آپ کو صاحب مذہب کہلانے کے لئے اجتہاد اور استنباط نہیں کیا بلکہ اُنہوں نے صرف اپنی ذات کے لئے اجتہاد کیا اور اپنے دین کے شوق میں فقہ کو تدوین کیا کسی نے اُن میں سے یہ نیت نہیں کی کہ ہم مقتدا بنیں اور ہم کوئی خاص مذہب کھڑا کریں اور لوگوں کو اُس پر راغب کر کے کچھ شہرت یا عزت حاصل کریں اُن

بزرگوں کی نیت ایسی کدورتوں سے بالکل پاک اور اُن کے دل ایسے خطرات سے بالکل صاف تھے اُن کو سوائے اپنے ذاتی فائدے کے کوئی دوسری غرض نہ تھی اِسی واسطے اپنی تقلید سے منع کرتے رہتے اور جب کوئی خلیفہ اور بادشاہ اُن کی تالیفات کو لوگوں کے عمل کرنے کے لئے مشہور کرنا چاہتا وہ منع کر دیتے چنانچہ لوائح انوار القدسیہ میں لکھا ہے کہ واعلم ان ما علمہ المجتھدون من الکتاب والسنۃ انما کان لانفسھم لا للخلق ای لا لان کل مجتھد یوجب تقلید نفسہ علی کل فرد من افراد العالمین من الائمۃ من نھی عن تقلید نفسہ وامر بتحصیل رتبۃ النظر۔

پس وہ اثر جو اُن بزرگوں کی نیک طبیعت اور پاک طینت کا ہمارے دلوں پر ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ وہ خود متبوع اور صاحب شریعت بننے کا قصد نہ رکھتے تھے اور اپنے اجتہاد اور استنباط کو سارے جہان کے لوگوں سے قبول کرانے کا شوق نہ رکھتے تھے بلکہ جہاں تک اُن سے اپنی ذات کی بھلائی اور لوگوں کے نفع کے واسطے ہو سکتا تھا وہ احادیث نبوی یا اقوال فقہا سے مسائل کو استخراج کرتے اور لوگوں کی ضرورت اور حاجت کو رفع کرتے اور صاف صاف کہہ دیا کرتے کہ اگر کوئی مسئلہ اور کوئی جزئیہ ہمارا حدیث کے خلاف پاؤ یا کسی قیاس اور رائے کو ہماری کتاب وسنت کے برخلاف دیکھو اُسے ہرگز نہ مانو اور اُس پر عمل کرنے کو حرام سمجھو۔

مگر خدا نے اپنے قانون قدرت میں یہ قاعدہ رکھ دیا ہے کہ ہر شے آہستہ آہستہ شروع ہوتی ہے اور تھوڑی تھوڑی بڑھتی ہے جب اُسکی ترقی پورے درجے پر اور اپنی معین حد پر پہنچ جاتی ہے تب اُس کی ترقی رُک جاتی ہے اور گھٹنے لگتی ہے اور پھر درجہ بدرجہ اُس میں خرابی آتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ آخر سوائے لفظوں کے کچھ حقیقت اُس شے کی باقی نہیں رہتی اور بجز نام کے کوئی خوبی اُس میں پائی نہیں جاتی پس اِسی قاعدے کا اثر ان مذاہب پر ہوا کہ اول تو آہستہ آہستہ ائمہ دین نے فقہ اور حدیث کو جمع کیا اور اجتہاد اور استخراج کو درجہ بدرجہ کمال پر پہنچایا اور اپنی نیتوں کو پاک اور اپنے ارادوں کو نیک رکھا اور پھر آخر لوگوں نے تحقیق اور تنقیح کو چھوڑ دیا اور جس امر کا دعوے اُن اماموں نے خود نہیں کیا اُسے اُن کی طرف منسوب کیا اور اُن کو مثل صاحب الشریعت کے صاحب مذہب بنا دیا اور اُن کو معصوم اور محفوظ عن الخطا سمجھ کر اُن کی باتوں کے سامنے اصل صاحب الوحی کے قولوں پر تمسک کرنا چھوڑ دیا یہانتک کہ آخر اپنے آپ کو پیغمبر سے نسبت کرنا بھی زمانہ سے اُٹھ گیا اور بجائے محمدی اور احمدی کے حنفی اور شافعی کہنے پر مذہب کا مدار آگیا اور پھر جیسا زمانہ گزرتا گیا اور دین میں تبدل ہوتا گیا اتنی ہی یہ خرابی بڑھتی اور دین و مذہب کی حقیقت چھپتی گئی یہاں تک کہ اب جس زمانے میں ہم کو خدا نے پیدا کیا ہے اور جس میں شاد و ناشاد زندگی کے دن کاٹتے ہیں کسی امام کے مذہب کو ترک کرنا یا اُس کسی قول کو نہ ماننا اسلام

سے پھرنا اور نبی کے کلام کا انکار کرنا سمجھا جاتا ہے اور تحقیق کا نام لینے والا اور کتاب وسنت پر عمل کرنے والا بدعتی اور فاسق اور دشمنِ اسلام تصور کیا جاتا ہے۔

چونکہ ہم اجتہاد کی ترقی کے زمانے کو بیان کر چکے اور مذہب اربعہ کی بنیاد پڑنے کے زمانے اور سبب کو بھی لکھ چکے اس لئے اب ہم اُس کے تنزل کے زمانے کو اور اُس کے وجوہ کو لکھتے ہیں۔

چاروں مذاہب کی پابندی کامل طرح سے جاری ہونے اور اجتہاد ترک کرنے کے زمانے اور سبب کا بیان

تواریخ اور کتابوں کے دیکھنے سے یہ بات بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ اگرچہ تقلید کی بنیاد دوسری صدی کے اوسط سے شروع ہوئی لیکن تیسری صدی تک پوری جاری نہ ہوئی اور چوتھی صدی سے پہلے کسی ایک معین مذہب پر کامل تقلید لوگوں نے اختیار نہ کی چنانچہ ابو طالب مکی نے قوت القلوب میں لکھا ہے کہ چوتھی صدی سے پہلے مذاہب اربعہ کی تقلید کا کامل طرح سے رواج نہ تھا اور حنفی شافعی کہلائے جانے کا بہت زور شور نہ تھا۔

اس موقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر لوگ مسائل شرعی کس طرح تحصیل کرتے تھے اور فقہ کو کس طرح سیکھتے اور اس پر کیونکر عمل کرتے تھے۔ اس لئے ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ اُس وقت تک جو لوگ تھے وہ دو حال سے خالی نہ تھے یا ذی علم تھے یا جاہل پس جو لوگ جاہل تھے وہ اپنے گھر میں روزہ نماز وغیرہ عبادت کے مسئلے سیکھتے اور اُس پر عمل کرتے اگر ضرورت کسی مسئلے کے پوچھنے یا فتوے کے لینے کی ہوتی تو جس عالم کو وہ افضل اور بہتر جانتے اس سے پوچھ لیتے اور اُس کی بات پر عمل کرتے بلالحاظ اس کے کہ وہ عالم حنفی ہوتا یا شافعی یا مجتہد اور جو لوگ خود ذی علم تھے اُن کی دو صورتیں تھیں بعضے اہلحدیث تھے بعضے صاحب اجتہاد جو اہل حدیث تھے اُن کا طریقہ یہ تھا کہ وہ کتاب الٰہی اور احادیث نبوی اور آثار صحابہ پر عمل کرتے اور اگر کسی مسئلے میں ضرورت ہوتی تو کسی فقیہ کے کلام پر رجوع کرتے خواہ وہ فقیہ مدنی ہوتا یا مکی کوفی ہوتا یا بصری اور جو صاحب اجتہاد تھے وہ اجتہاد اور تخریج کرتے اور اُصول اور قواعد کلیہ کو پیش نظر رکھ کر اُسی سے فروعات کا استنباط کرتے پس اگر وہ اصول پہلے سے کسی خاص امام یا اُس کے فرقہ کے ساتھ مخصوص ہوتے تو لوگ اُس مجتہد کو بھی اُسی امام کی طرف منسوب کرتے اور اس مجتہد کو بھی اُن اصول کا پابند پاکر شافعی یا حنفی سمجھتے ۔

یہ صورت تیسری صدی کے اخیر تک قائم رہی اُس وقت تک

نہ عمل بالحدیث پر کوئی طعنہ کرتا نہ اجتہاد پر الزام دیتا مگر جب جہالت کا زور ہوا اور اختلاف اُمت میں پڑ گیا اور طبیعتوں سے تحقیق کا مزہ جاتا رہا اور صاحب شریعت تک واسطے در واسطے ہو گئے۔ تب چوتھی صدی میں لوگوں نے سیدھا رستہ چھوڑ دیا اور دائیں بائیں چلنا شروع کیا اور سلاطین کے سامنے مناظرے اور مجادلے میں اپنے ہمسروں پر غالب ہونے کا شوق پیدا ہوا علم کو دنیا کی تحصیل کا ذریعہ گردانا اپنی ناموری عزت اور شہرت کے لئے اُن مسائل کو جن میں نہایت نیک نیتی کے سبب سے باہم ائمہ اربعہ کے اختلاف ہوا تھا ذریعہ بحث کا بنایا اور اپنے اپنے اماموں کے اقوال کو نہ صرف اِس وجہ سے کہ حقیقت میں وہ ان ہی کو صحیح اور دوسرے کو غلط جانتے تھے مثل کتاب و سنت کے مستند گردانا بلکہ اس لحاظ سے کہ وہ خود اُس مذہب سے منسوب تھے اور اُس امام کے مقلّد کہلائے جاتے تھے اُن اقوال کے اثبات کو اپنی غزارت علم کے اظہار کا سبب تصور کیا تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ یہ ایسے بڑے مولوی اور فقیہ ہیں کہ جن باتوں پر یہ عمل کرتے ہیں اور جن قولوں کو یہ واجب العمل جانتے ہیں وہی صحیح اور درست ہیں اور ان کے پاس بہت سی دلیلیں اُس کے اثبات پر موجود ہیں اور اس سے ان کے علم اور تفقہ کی شہرت ہو اور جب ایسے لوگوں نے اپنی اپنی تقریر اور تحریر کے زور سے اور اپنی فصاحت اور بلاغت کے بھروسے پر ایک چیز کا

التزام کرلیا اور اپنے ہمعصروں سے اُن باتوں میں مباحثہ اور مناظرہ شروع کردیا اور بڑے بادشاہوں اور امیروں کی مجلسوں میں اُس کی بحثیں ہونے لگیں تو تعصب نے اُن کی آنکھوں کو اندھا کردیا اور غرور نے اُن کے دلوں سے نیک نیتی اور صفائے طینت کو نکال لیا اپنے دل میں اپنے قول اور عقیدے کی سفاہت پر قائل ہو جاتے مگر زبان سے اقرار نہ کرتے اور اس سے پھرنے کو اپنی ہتک سمجھتے اور جان بوجھ کر کتاب اور سنت کو چھوڑ کر اپنی بات پر قائم رہتے۔ اور پوچ دلیلوں اور بیہودہ اور خرافات باتوں اور ضعیف سندوں سے اُسی کے ثابت کرنے پر قائم رہتے اور اُسی کو استقلال اور صلابت فی الدین اور غزارت علم سمجھ کر ابطال حق اور احقاق باطل کرکے بمقتضائے اخترت النار علی العار دنیا کی شرم کو عاقبت کی شرم پر اختیار کرتے چنانچہ اسی وقت میں ایک ایک عقیدے پر سو سو ورق کی کتابیں تالیف ہوگئیں اور ایک ایک فقہی مسئلے پر ہزار ہزار صفحے سیاہ ہو گئے فقہ اور حکمت اور علم کی اصلی حقیقت تو جاتی رہی اُس کے ناموں پر مدار دین کا آگیا اور مباحثات اور مناظرات کا نام استنباط دقائق شرع رکھا گیا تالیفات اور تحریرات کی وہ کثرت ہوئی کہ ہر جاہل صاحب تالیف اور ہر عامی صاحب تصنیف بن گیا اور ایک ایک دنیا طلب مولوی اپنے آپ کو عالم ربانی سمجھنے لگا فقہ کے مسئلوں اور علم کلام کے فرضی عقیدوں کے اثبات کا نام اعلائے کلمۃ اللہ

ہوگیا یہاں تک نوبت پہنچی کہ جو بڑا بکنے والا ہوتا اُسی کو لوگ بڑا مولوی سمجھتے جو سب سے زیادہ خوش گپ ہوتا اُسی کو لوگ عمدہ واعظ جانتے جو لڑنے جھگڑنے میں خوب مشاق ہوتا وہی محقق کہلایا جاتا۔ جو نہایت فضول اور لغو ہوتا وہی جامع منقول سمجھا جاتا جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیا میں فرماتے ہیں فصار یسمی المجادل المتکلم عالماً والقاص المزخرف کلامہ بالعبارات المسجعۃ عالماً ھکذا ضعف الدین فی قرون سابقۃ فکیف الظن بزمانک ھذا وقد انتھی الامر الی ان مظھر الانکار یستھدف لنسبۃ الی الجنون فالاولی ان یشتغل الانسان بنفسہ ویسکت یعنی جو شخص جھگڑنے والا بڑی بات چیت کرنے والا ہوتا اُسی کو لوگ عالم جانتے اور جو بیہودہ قصے کہنے والا اور مزخرفات بکنے والا ہوتا اُسی کو سب مولوی سمجھتے ۔ پس جبکہ پچھلے اماموں میں دین ایسا ضعیف ہوگیا تو اب اِس زمانے کا حال کیا بیان کیا جاوے کہ اب تو وہ زمانہ آگیا ہے کہ جو ان مولویوں اور عالموں کی باتوں کو نہ مانے وہی تیر ملامت کا نشانہ ہوتا ہے اور جو حق بات زبان پر لاوے وہی مجنون اور دیوانہ ٹھیرتا ہے پس انسان سوائے اس کے کیا کرے کہ اپنا کام کرے اور چپ چاپ رہے۔

غرض کہ اسی زمانے میں تقلید کی جڑ مضبوط ہوگئی اور وہ چیونٹی کی سی چال تقلید کی جو لوگوں کے دلوں میں دوسری صدی سے شروع

ہوئی تھی چوتھی صدی میں پوری ہو گئی اور سوائے چند علمائے ربانی کے سب کے دلوں میں کامل طرح سے اُس نے جگہ کر لی۔

ہمارے اس بیان سے غور کرنے والے کو تقلید پر پورے طور پر عمل کرنے کا سبب تو بخوبی ظاہر ہو سکتا ہے لیکن ہم اس امر کو کہ تقلید نے کتاب و سنت پر استناد کرنے کا طرز پسندیدہ کیوں متروک کرا دیا اور بجائے قال اللہ اور قال الرّسول کے قال زید و قال عمرو کیوں رائج کیا چند لفظوں میں بیان کرتے ہیں سبب اس کا یہ ہے کہ جب علما اور فقہا باہم بحث کرنے لگے اور اپنی سخن پروری اور نفسانیت کے سبب سے اَوروں پر حق ناحق غلبہ پانے کے شائق ہوئے اور ایک دوسرے کو حسد کی نظر سے دیکھنے لگے اور لوگ اُسی سے رجوع کرنے کے عادی ہو گئے جو کہ وقت مباحثہ کے غالب رہتا اور اپنی طرف مقابل کو ہرا دیتا تو اُس وقت مباحثہ اور مناظرہ کی کثرت ہوئی اور سوائے شاذ نادر نیک پاک لوگوں کے ایک نے دوسرے کے کلام کی تردید شروع کی یہاں تک کہ ایک عالم دوسرے کے فتوے کو رد کرتا اور ایک فقیہ دوسرے کی بات کو کاٹ دیتا اور چونکہ اس کے لئے ضرورت کسی دلیل و برہان کی ہوتی پس فقہ اور دین میں سوائے نقل کے صرف عقلی دلیل کافی نہ تھی اور بغیر کسی سند اور قول کے بات نہ بنتی تھی پس دلائل و براہان کی جستجو کرنی پڑی اور اپنی اپنی باتوں پر سند لانے کی حاجت ہوئی جب ان لوگوں نے

کتاب وسنت پر توجہ کی تو کوئی دلیل ایسی کہ جو صرف اُن کی بات کو ثابت اور دوسرے کے قول کو رد کرے نہ ملی تو اپنے اپنے بزرگوں اور فقیہوں اور شیوخ کے قولوں ہی کو سند لانا شروع کیا اور صرف اپنے اپنے فرقے کے نامی نامی عالموں کے اقوال و اعمال کو حجت گردانا پس جب کسی ایک فریق نے کتاب وسنت کو چھوڑ کر غیر معصوم کے کلام یا عمل کو دلیل میں پیش کیا تو دوسرے فریق نے بھی یہی طرز اُڑایا اور مضمون الکیل بالکیل اور کما تدین وتدان کا ادا کیا اُس نے بھی اپنے قول کی سند میں عالموں اور مولویوں کی ہی باتوں کو پیش کیا پس اس طرز جدید کے شروع ہونے ہی کی دیر تھی کہ مثل تیز باروت کے جس میں آگ لگنے ہی کی دیر ہوتی ہے نہ اُڑنے اور اُڑانے کی اُس کا اثر ساری طبیعتوں پر ہو گیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں از شرق تا غرب یہ طریقہ جاری ہو گیا اس دین و مذہب کے خراب و بدنام کرنے والے طریقے کا اثر صرف یہی بد اثر نہیں ہوا کہ لوگوں نے علما و فقہا کے اقوال کو مستند گردانا بلکہ چند ہی روز میں اُس کا یہ بُرا نتیجہ ظاہر ہوا کہ لوگوں نے اگلے علما و فقہا پر تہمت کرنا شروع کیا اور جو بات اُنہوں نے اپنی زبان سے نہیں نکالی اور جو چیز اُن کے دل میں بھی نہیں آئی اُس کو اُن کی طرف منسوب کر دیا اور اپنی بات قائم رکھنے اور حریف پر عیاری اور فریب سے غالب ہونے پر اقادیل باطلہ اور اسناد کاذبہ کا نقل کرنا شروع کیا۔

چنانچہ ایک مجلس میں امام احمد حنبل گئے وہاں دیکھا کہ ایک شخص بقید اسما ایک امر کو ان کی طرف منسوب کر رہا ہے اور عن فلاں عن فلاں کہہ کر خاتمہ اُس کا اُن تک کر رہا ہے وہ یہ سُنکر غرق حیرت ہوئے اور خاموش رہ گئے آخرش اُن سے نہ رہا گیا اور اُس شخص سے کہا کہ میں احمد حنبل ہوں میں نے یہ بات نہیں کہی اُس عیار کی چالاکی قابل آفرین کے ہے کہ اُسی وقت اپنی بات قائم رکھنے اور جھوٹ چھپانے کے لئے کہا کہ تم بڑے احمق ہو کیا تم ہی اکیلے احمد حنبل ہو دوسرا اس نام کا نہیں ہے وہ احمد حنبل جس سے میں روایت کرتا ہوں دوسرے ہیں۔

پس جس طرح سے اس زمانے میں جبکہ حدیث پر لوگوں کی نہایت توجہ اور اُسی کی سند اور دلیل لائی جاتی تھی بد باطنوں اور خبیث طبیعتوں نے جھوٹی حدیثیں بنا لیں اور موضوع احادیث کو صاحب الشریعت کی طرف منسوب کیا اسی طرح سے اُس زمانے میں جب علما اور فقہا کے اقوال سند میں پیش ہونے لگے اُن عالموں اور فقیہوں کی طرف جھوٹی جھوٹی باتوں کو منسوب کیا اور تا کہ اُس قول کی وقعت اور عزت زیادہ ہو بقید اسما اُس کا سلسلہ عن فلاں عن فلاں کہکر صاحب قول تک پہنچا دیا مگر احادیث وضعی اس سبب سے کہ احادیث حقیقت میں قابل استناد کے ہیں اور مدار شریعت کا اُن پر ہے پیچھے محققین نے اصلی حدیثوں سے علیحدہ کر دیں اور موضوعات کے رسالے لکھ کر اُن کی غلطی اور موضوعیت کو بیان کر کے قوی کو ضعیف سے اور

موضوع کو صحیح سے جُدا کر دیا مگر علماء اور فقہا کے اقوال موضوعہ کو اُن کے اقوال صحیحہ سے جدا کرنے پر اُس طرح کسی نے توجہ نہ کی اس لئے کہ اُن پر محنت کرنا محض فضول تھا اس لئے کہ بالفرض اگر وہ کلام اُنہی کا ہوتا تو وہ کسی پر حجت نہیں ہو سکتا تھا اور بسبب نہ معصوم ہونے اُنکے اُس کی غلطی پر فقط غلط کہہ دینا ہی اُس کا اور نہ ماننا اُس کا کافی تھا لیکن سوائے چند محققین کے ایسی نقل اور سند سے عوام کو بڑا نقصان پہنچا اور دین میں بڑا رخنہ پڑ گیا لوگوں کی طبیعتیں ایسی اسناد اور استناد کی ایسی عادی ہو گئیں کہ بغیر کسی مولوی کے قول کے اور بغیر کسی عالم کی سند کے کتاب وسنت کی باتوں کو ماننا ہی جاتا رہا اور بجائے قال اللہ اور قال الرسول کے قال زید و قال عمرو پر مدار دین و مذہب کا آ گیا۔

اس خرابی نے اس سے زیادہ اور بھی ترقی پائی کہ جو لوگ حقیقت میں لائق استناد نہ تھے بلکہ جن کے اقوال و اعمال لائق اجتناب کے تھے وہ بھی قابل استناد کے ٹھیر گئے اور اہل بدعت اور منافق اور جاہل صاحب سند ہو گئے اور اگر کسی شہر یا کسی فرقے یا کسی خاندان میں کوئی نامور ہوا اور اُس کو کچھ لکھنا پڑھنا بھی آ گیا اور کچھ تالیف اور تصنیف کرنے سے اُس کی عزت بھی بڑھ گئی تو اُس شہر کے رہنے والوں اور اُس فرقے اور خاندان کے آدمیوں نے اپنے شہر اور اپنے خاندان کی عزت اِسی میں جانی کہ اُسی کی بات کو مانیں اور

اُسی کے کہنے پر چلیں بس اُن کے دلوں میں یہ بات ایسی جم گئی کہ اُس کے قول سے پھرنا گویا خدا کے قول سے پھرنا ہے اس لئے وہ اُسی کی باتوں کے مقلد ہو گئے اور قدم بقدم اُس کے طریقے پر چلنے لگے اور اسی طرح سے جب اُس کے مقلد اور تابع زیادہ ہو گئے اور وہ مقتدا اور متبوع کسی فرقے اور گروہ کا ہو گیا تو وہ بھی صاحب الکتاب ٹھیرایا گیا اگر اُس سے کوئی صریح غلطی ہو جاتی یا اُس سے کوئی فعل مخالف کتاب و سنت کے ہو جاتا تو اُس کے مقلدین و اصحاب اُس کی توجیہات کرتے اور اُس کی تاویلات کرتے یہاں تک کہ آخر اُس کے حالات اور سیر میں کتابیں لکھی جاتیں اور اُس کے معجزے اور کرامتیں اور زہد اور پرہیزگاری کی حالتوں میں دفتر کے دفتر سیاہ کیئے جاتے اور جو کچھ جھوٹ خرافات اُس میں ہوتا اُس کو اُس کے معتقدین اور مقلدین نصوص قرآنی کی طرح واجب الاذعان جانتے اور خدا کی کتاب، رسول کے کلام کو چھوڑ کر اُسی کو حرز جان بناتے اور ہر مسئلے اور ہر عقیدے کے لئے اپنی لال کتاب کو دیکھتے پس بجائے اس کے کہ جو کچھ اُن کے حضرت نے فرمایا ہے اور جو کچھ اُن کے پیر و مرشد نے ارشاد کیا ہے یا جو کچھ اُن کے شیخ و بزرگ نے عمل کیا ہے اُس کو کتاب و سنت پر عرض کرتے اور خدا اور رسول کی کتاب کو معیار صحت بناتے۔ اُن بدبختوں نے برعکس اس کے ساری شریعت اور تمام مذہب کو اپنے ہی پیر و مرشد کی تالیفات اور اپنے حضرت کے ملفوظات و مکتوبات پر

عرض کرنا شروع کیا پس جو کچھ اُس کے مطابق پاتے اُس پر عمل کرتے ویسا ہی عقیدہ رکھتے اور جو کچھ اس کے برخلاف دیکھتے اُسے چھوڑ دیتے اور کتاب وسنت کے امتحان کے لئے اُسی کو کسوٹی بناتے پس ایسی حالت میں جو کچھ دین کی خرابی ہو سکتی ہے وہ ہوئی اور جو کچھ شریعت میں ان باتوں سے خلل پیدا ہو سکتا ہے ہوا ان چیزوں نے یہاں تک دلوں پر اثر کیا کہ اس کے برخلاف کوئی کلمہ زبان پر لانا کفر کے کلمہ سے کم نہ سمجھا جاتا اور اُن باتوں کا منکر خارق اجماع اور بدعتی اور فاسق ٹھیرتا پس کیا زمانے نے انقلاب پایا کہ کتاب وسنت کو لوگوں نے پس پشت ڈال دیا اور اپنے اپنے بزرگوں کے صحیفوں کو سامنے کر لیا اور پھر جس نے کتاب وسنت کا نام لیا اور اُس پر چلنے کا قصد کیا وہ فعل اُس کا بدعت ٹھیرا اور جس نے اُن صحیفوں کو واجب العمل جانا اور اُس پر عمل کیا وہ فعل اُس کا سُنت قرار پایا فاصبح کل واحد منہم بعاجل حظہ مشغوفا فصار یری المعروف منکرا و للمنکر معروفا اس خرابی کا باعث ایک بہت ہی بڑا غلط خیال ہوا جس کو شیطان نے لوگوں کے دلوں میں ڈالا اور جس کو مقلدین نے عقل وایمان کی مدد سے نہ نکالا یعنی وہ لوگ جن کی باتوں پر لوگوں نے عمل کیا نیک اور پاک تھے اور علم اور فقہ میں کامل تھے پس اُن کے مقلدین کے دل میں یہ خیال سمایا کہ بس جب ایسے نیک اور پاک اور امام اور عالم ایسا کہہ گئے ہیں اور ایسا کرتے رہے ہیں تو ہم کہ نہ اُن کے سے نیک ہیں نہ ویسا علم رکھتے

ہیں کیونکر اُس کے برخلاف چل سکتے ہیں حالانکہ وہ یہ نہ سمجھے کہ گو وہ نیک اور پاک تھے مگر معصوم نہ تھے اور گو وہ عالم اور فقیہ تھے مگر علم لدنی کے عالم نہ تھے جبرئیل اُن پر نازل نہیں ہوتے تھے خدا بے واسطہ اُن پر وحی نہ کرتا تھا وہ بھی آخر اپنی سمجھ بوجھ ہی سے کام لیتے تھے اور اپنی قدرت اور طاقت ہی کے موافق راہ حق پر چلتے تھے اُن سے غلطیوں کا ہونا نہ صرف ممکن تھا بلکہ یقینی اُن سے خطا ہونے کا نہ احتمال ہی احتمال تھا بلکہ ضروری تو پھر باوجود ایسی حالت کے اُن کی سب باتوں کو ماننا اور اُن کے کلام میں سے حق و باطل کو جُدا نہ کرنا اور ان کے اقوال و اعمال کے رطب و یابس میں تمیز نہ دینا اور سب کو تلقی بالقبول کرنا حقیقت میں اُن کو صاحب شریعت اور اپنے آپ کو اُس پر ایمان لانے والا بنانا ہے اگر یہ غلط خیال دلوں میں نہ سماتا تو کبھی تقلید کی ایسی جڑ مضبوط نہ ہوتی اور یہ خرابی پیدا نہ ہوتی اور جس کسی کو خدا نے توفیق دی اور وہ تحقیق پر متوجہ ہوا اُس نے اول اسی غلط خیال کو دل سے نکالا اور تحقیق کے درجے پر پہنچنے کے لئے اول اُسی زینے پر قدم رکھا چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی احیا کے شروع میں پہلے یہی لکھتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کے لکھنے کا واسطے زندہ کرنے علوم دین کے ارادہ کیا ہے اور میں نے اپنا عزم مصمم کر لیا ہے اور چونکہ وہ جانتے تھے کہ ایسی بات کو سُنکر لوگ تعجب کرینگے اور مقلدین اور جُہلا شور غل مچادینگے اور ہم پر لعنت ملامت

کرینگے اور تحقیق کو بدعت بتلا دینگے اور اسی تحقیق کو خارج اجماع کہینگے اس لئے وہ اول ہی سے اُس متعجب اور ملامت کرنے والے کی طرف متوجہ ہو کر کہتے ہیں کہ انتدب لقطع تعجبك رابعًا ایها العاذل الغلی فی العذل من بین زمرة الجاحدین المسرف فی التقریع وانکار من بین طبقات المنکرین الغافلین فلقد حل عن لسانی عقدة الصمت وطرقتنی عهدة الکلام وقلادة النطق ما انت متابس علیه من العمی عن جلیة الحق مع اللجاج فی نصرة الباطل و تحسین الجهل والتشغیب علی من اثر النزوع قلیلا عن مراسم الخلق ومال میلا یسیرا عن ملازمة الرسم الی العمل بمقتضی العلم طمعًا فی نیل ما یعبدہ اللہ تعالیٰ به من تزکیة النفس واصلاح القلب کہ اے ملامت کرنے والے منکر میں تیرے تعجب کے قطع کرنے پر متوجہ ہوتا ہوں اور اپنی زبان سے خاموشی کی گرہ کھولتا ہوں اور جس بات پر تو اپنے اندھے پن سے جما ہوا ہے اور باطل کی مدد کر رہا ہے اور جہل کو اچھا سمجھ رہا ہے اُس کو رد کرتا ہوں اور تیرے اُس زور شور اور غل مچانے کو نہیں سُنتا جو تو اُس پر کرتا ہے جو کہ ذرا رسم و رواج کی پابندی سے نکلنا اور بھائی بندوں کی رسمیات کو ترک کر کے خاص خدا کے لئے عمل کرنا چاہتا ہے۔

جب امام غزالی اپنے وقت میں پابندی رسم و رواج پر ایسی داد بیداد کرتے ہیں اور اُس سے نکلنے کو جہاد سمجھتے ہیں تو وا اے

برحال ہمارے زمانے کے کہ اب تو بات بھی زبان سے نکالنا دشوار ہے اور بھائیوں کی رسموں میں سے کسی رسم کا چھوڑنا بھی مشکل ہے وہی باتیں جو امام غزالی اور بڑے بڑے محققین کہہ گئے ہیں اگر ہم انہیں کو نقل کریں تو ابھی کافر ہوتے ہیں اور ساری برادری سے نکالے جاتے ہیں خیال کرنے کا مقام ہے کہ دین کی بنا کس چیز پر تھی اور کس چیز پر آگئی اور مذہب کی حقیقت کیا تھی اور اب اُس کی کیا صورت ہوگئی جب ہم کسی دوسرے دین پر افسوس کرتے ہیں تو ہمارا سب سے زیادہ افسوس اسی بات پر ہوتا ہے کہ اس دین کے لوگ اپنے اپنے بانی مذہب کی بات پر عمل نہیں کرتے بلکہ بیچ کے واسطوں اور عالموں کے قولوں پر عمل کرتے ہیں اور اپنی اصلی کتاب کو نہیں دیکھتے بلکہ اپنی بیچ کی بنائی ہوئی کتابوں پر چلتے ہیں تو کیسے افسوس کی بات ہے کہ جب وہی خرابی ہم میں بھی موجود ہو اور وہی نقص ہمارے دین میں بھی پڑ گیا ہو پس اگر ہم اپنے عیب کو نہ دیکھیں اور اپنے دین و مذہب کو اس نقص سے پاک صاف نہ کریں تو ہمارا دوسروں پر طعنہ کرنا اور غیر دین والوں کو بُرا کہنا عقل اور انصاف کے خلاف ہے۔

اس زمانے میں جب ہماری زبان سے کوئی بات خلاف کسی مشہور عالم یا نامی محدث کے نکلے تو ہم پر ملامت کے تیروں کی بوچھار ہوتی ہے اور ہمارا نام منکر علما اور دشمن فقہا مشہور ہوتا ہے کوئی یہ خیال نہیں کرتا کہ ایک دو عالم کی مخالفت کا کیا ذکر ہے اگر سارے عالم

کے علما سے مخالفت ہو لیکن ہمارا قول یا فعل کتاب وسنت کے موافق ہو تو ہم اس ثواب کے مستحق ہیں جو کہ کتاب وسنت پر عمل کرنے والے کو ہو سکتا ہے پس ہم کو ہمیشہ خدا اور رسول کی مخالفت کا خیال رکھنا لازم ہے نہ علما فقہا کی مخالفت کا اور خدا کو قیامت کے دن اُسی کی مخالفت کا جواب دینا پڑیگا نہ زید و عمرو کی مخالفت کا۔

ہاں یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ سارے علما اور کل فُقہاے اُمت کا کسی ایسے امر پر اجماع کرنا جو بالکل مخالف کتاب وسُنت کے ہو غیر ممکن سا معلوم ہوتا ہے چنانچہ ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے اوپر بیان کیا وہ صرف فرضی صورت ہے لیکن ہم ایک بات بھی ایسی زبان پر نہ لاوینگے جس کی مخالفت کل علما و فقہا سے ثابت ہو بلکہ وہی بات کہینگے جس کی سند اور محققین کے قولوں سے ہوتی ہے مگر اس اُصول کا ہمارے پاس کچھ جواب نہیں ہے جس کو فقہا نے راجح اور مرجوح سے تعبیر کیا ہے یعنی جس کو بہت سے مولویوں نے مانا وہ قول تو واجب العمل ہے اور جس کو چند محققین نے مانا وہ واجب الترک ہے گو وہ کیسا ہی عمدہ اور اچھا ہو چنانچہ اس امر کو ہم ایک علیٰحدہ بحث میں بیان کرینگے۔

اصل یہ ہے کہ جب کسی امر کا دینی ہو یا دنیوی رسماً کامل طور پر رواج ہو جاتا ہے اور سب یا اکثر آدمی پابند اُس کے ہو جاتے ہیں تو درحقیقت اُس سے مخالفت کرنا نہایت ہی مشکل ہوتا ہے اور اُسکی

تردید پر گو وہ امر نہایت ہی صحیح اور درست ہو ہر شخص آمادہ ہو جاتا ہے اور اُس مخالف کی دلائل کو گو وہ کیسی ہی سچی اور اچھی ہوں نہایت ضعیف سندوں سے ہر متنفس باطل کرنے پر مستعد ہوتا ہے۔

مثلاً ہم اگر تقلید کے التزام کو بُرا بتلاویں تو اول یہی اعتراض ہوگا کہ خلاف اجماع ہے جب اس قول کو بھی ہم رد کر دیں اور بڑے بڑے صوفیوں اور محققوں اور اماموں کی سند لاویں تو یہ جواب ہوگا کہ فلاں بزرگ تو صوفی تھے اُن کی باتوں کو کون سمجھے اور فلاں صاحب بڑے محقق تھے اُن کی سی تحقیقات کس کو نصیب ہو اور فلاں شخص بڑے متورع اور پرہیزگار تھے اُن کا سا زہد کسے حاصل ہو اور سوائے نامی گرامی لوگوں کے اور لوگ جو رہ جاویں اُن کی نسبت یہ کہہ دیا جاوے کہ وہ بدعتی اور فاسق تھے ہمارے علمانے اُن کے کلام کو رد کر دیا ہے پس صوفی تصوّف کی برکت سے اور محققین تحقیق کے سبب سے اور زاہد اور متورع اپنے زہد کے ذریعہ سے محفوظ رہے اور اُن کے اقوال پر عمل کرنا بسبب بہتوں کی مخالفت کے جائز نہ ٹھیرا پس اگر ہم ایسی حالت میں کتاب وسنت کو ہاتھ پر نہ اُٹھالیں اور اپنے دل سے ان سب باتوں کو نکال کر خدا اور رسول کے کلام پر رجوع نہ کریں تو حقیقت میں ہم دین کو شرم کے ہاتھ پر بیچنے والے اور خدا کو پابندی رسم و رواج کے سبب سے چھوڑنے والے اور اپنے دل کو نور ایمان سے خالی کرنے والے ہونگے اسی حالت کو دیکھ کر امام غزالی احیاء میں

فرماتے ہیں فلا یغرنک قول من یقول الفتوی عماد الشرع ولا یعرف علله الا یعلم الخلاف وانما یشتغل به من یشتغل بطلب الصیت والجاہ فکن من شیاطین الجن فی امان واحترز من شیاطین الانس فانهم ارحوا شیاطین الجن من الناس فی الاغواء والاضلال ۔۔ ۔۔ ۔۔ یعنی مت مغرور ہو اس قول پر کہ فقہا کا فتوے شرع کا ستون ہے اور اس کی علتوں کا بغیر علم کلام کے جاننا دشوار ہے ایسی باتوں پر وہی متوجہ ہوگا جس کو دنیا کی عزت اور شہرت منظور ہوگی پس ایسے شیطانوں کے ہوتے ہوئے اصل شیطانوں سے بیخوف ہو جاؤ اور ان کا خوف نہ رکھو اس لئے کہ ان شیاطین الانس نے اصل شیطانوں کو سُلا دیا ہے اور اُن کی خدمت اپنے ذمے لیکر لوگوں کو گمراہ کر کے اصل شیطانوں کو چین دیدیا ہے کہ وہ تو سوتے ہیں اور یہ اُن کا کام کرتے ہیں اور مثل اُسی کے اَور محققین نے بھی فرمایا ہے جیسا کہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حجۃ البالغہ میں لکھتے ہیں کہ فتنة هذا الجدال والخلاف والتعمق قريبة من الفتنة الاولى حين تشاجروا في الملك وانتصر كل رجل لصاحبه فكما عاقبة تلك ملكا عضوضا فكذلك عاقبة هذه جهلا واختلاطا وشكوكا ووهما مالها من ارجاء منشاءت بعدهم قرون على التقليد الصرف لا يميزون الحق من الباطل ولا الجدال عن الاستنباط فالفقيه يومئذ هو اسرشار المتشدق الذى

حفظ اقوال الفقهاء قويها وضعيفها من غير تميز والمحدث من عد الاحادیث صحیحها وسقیمها وهذا هاکهذی الاسماء بقوة الحيية ولا اقول ذلك كليا مطردا فان الله طائفة من عباده لا یضرهم من خذلهم وهم حجة الله فی ارضه و ان قلوا ولم یات قرن بعد ذلك الا وهو اکثر فتنة واوفر تقليدا واشد انتزاعا للامانة من صدور الرجال حتى اطمئنوا بترك الخوض فی امر الدين بان يقولوا انا وجدنا آباءنا علی امة وانا علی آثارهم مقتدون

یعنی جو فتنہ علم جدال و کلام کے سبب سے علماء نے پیدا کیا اور جو فساد ان کے تکلفات سے دین میں پھیلا وہ اس فتنے سے کم نہیں ہے جو کہ ملک و ریاست میں ہوا تھا جس طرح پر اس جھگڑے کا یہ نتیجہ ہوا کہ بعد اس کے سلطنت ظلم و جبر کی قائم ہوئی اسی طرح پر اس کلام و جدال کا یہ نتیجہ ہوا کہ جہالت اور شکوک اور توہمات کی ایسی زیادتی ہو گئی جس کی کوئی حد نہیں اور پھر تو ایسا زمانہ آگیا جس میں لوگ محض تقلید پر قانع ہو گئے اور حق کو باطل سے جدا نہ کر سکے فقیہ وہ کہلانے لگا جو اقوال فقہا کو یاد کر کے بیہودہ بکے اور تکلف کی باتیں کرے محدث وہ ٹھیرنے لگا جو کہ احادیث صحیح اور غلط کو حفظ کر کے بے سمجھے بوجھے کہانیوں کی طرح نقل کرے اور سوائے چند شاذ آدمیوں کے جو خاص خدا کے بندے تھے اور جو کسی کے ذلیل کرنے سے ذلیل نہیں ہو سکتے تھے بلکہ وہ خدا کی زمین میں اُس کی حجت تھے سب کے سب ایسے ہی ہو گئے اور پھر جو

زمانہ آتا گیا اُس میں فتنہ بڑھتا ہی گیا اور تقلید کو زور شور ہی ہوتا گیا یہاں تک کہ آخر کار معاملات دینی میں تحقیق کرنے کی عادت ہی جاتی رہی اور بزرگوں کی رسموں ہی پر دینداری رہ گئی۔

چونکہ میں اس مقام پر تقلید کے کمال اور تحقیق اور اجتہاد کے ترک ہونے کا حال بیان کر رہا ہوں اس لئے وہ تنزلات جو علم اور تحقیق نے اس تقلید کے سبب سے پائے اس کو ایک بڑے فقیہ کے قول سے ثابت کرتا ہوں۔

محقق ابن کمال باشا نے فقہا کے طبقات کو جس طور پر ذکر کیا ہے اُسے میں نقل کرتا ہوں تاکہ ثابت ہو کہ تقلید میں بھی کتنے درجے اُس فقیہ نے قائم کئے ہیں محقق موصوف نے فقہاء کے سات طبقے بیان کئے ہیں۔

پہلے طبقے کا نام[1] مجتہدین فی الشرع ہے جس کا کام ہے استخراج کرنا مسائل کا کتاب و سنت سے اور قائم کرنا قواعد اور اصول کا واسطے استخراج مسائل کے۔

اس طبقے میں امام ابو حنیفہ اور امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم داخل ہیں۔

دوسرے طبقے کو مجتہدین فی المذہب کہتے ہیں اس طبقے میں وہ لوگ داخل ہیں جو مجتہدین فی الشرع کے بنائے ہوئے اصول اور

---

[1] شامی حاشیہ در مختار۔

قواعد کی تقلید کرتے ہیں اور بہ تسلیم اُن قواعد اور اصول کے احکام اور مسائل کا استخراج کرتے ہیں اور گو کہ اس طبقے کے لوگ مجتہدین فی الشرع سے بعض احکام فروعی میں مخالفت کرتے ہیں مگر وہ جس مجتہد اور امام کے اصول پر چلتے ہیں اُسی کے مذہب میں داخل سمجھے جاتے ہیں اور معارضین فی المذہب سے علیحدہ سمجھے جاتے ہیں مثلاً قاضی ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما اور دیگر یاران امام ابو حنیفہ رح اس طبقے کے لوگ ہیں اس لئے کہ وہ اُنھیں اصول سے جو امام ابو حنیفہ رح کے قائم کئے ہوئے ہیں استخراج مسائل کرتے ہیں اور مثل امام شافعی وغیرہ کے اُنسے اصول میں مخالفت نہیں کرتے مگر بلحاظ اصول مقررہ اُن کے احکام میں اُن سے مخالف ہو جاتے ہیں۔

تیسرا طبقہ مجتہدین فی المسائل کہلایا جاتا ہے۔ اس طبقے میں وہ لوگ داخل ہیں جو اپنے امام کی کسی شے میں مخالفت نہیں کرتے نہ اصول میں نہ فروع میں اُن کو استخراج مسائل کی قدرت نہیں ہوتی مگر جن مسائل کو صاحب مذہب نے صاف بیان نہیں کیا اُن کو اپنے امام کے مقرر کئے ہوئے اُصول اور قواعد کی پابندی سے استنباط کر سکتے ہیں اس طبقے میں داخل ہیں خصاف اور ابو جعفر طحاوی اور ابو الحسن کرخی اور شمس الائمہ حلوائی اور شمس الائمہ سرخسی اور فخر الاسلام بزدوی اور فخر الدین قاضی خاں وغیرہ۔

چوتھا طبقہ اصحاب تخریج کہلایا جاتا ہے اس طبقے میں وہ مقلدین

داخل ہیں جو کسی قسم کے اجتہاد کی قدرت نہیں رکھتے اُصول اور قواعد کا بنانا اور مسائل کا استخراج کرنا اور پچھلے طبقے سے مخالفت کرنا کیساوہ کسی طرح پر اجتہاد کا نام ہی نہیں لے سکتے مگر بہ سبب ضبط رکھنے اُصول اور قواعد کے اُن کو یہ قدرت ہوتی ہے کہ وہ کسی قول مجمل ذو جہتین کی تفصیل اور کسی حکم مبہم محتمل امرین کی تشریح کر دیں مگر وہی قول اور وہی حکم جو کہ صاحب مذہب سے یا اُن کے اصحاب سے منقول ہو اور اس میں اُن کو اپنے امام کے اصول پر نظر رکھنا اور اسی قسم کی دوسری فروع پر قیاس کرنا اور دیگر نظائر اور امثال کا خیال رکھنا ضروریات سے ہے اس طبقے میں امام رازی اور مثل اُن کے اَور شخص داخل ہیں اور جو ہدایہ میں لکھا ہے کہ کذا فی تخریج الکرخی و تخریج الرازی وہ اسی قبیل سے ہے۔

پانچواں طبقہ اصحاب ترجیح کہلایا جاتا ہے۔ یہ وہ مقلدین ہیں جو بعض روایات کو ترجیح دیتے ہیں مثل ابوالحسن قدوری اور صاحب ہدایہ وغیرہ کے جن کو اس کہنے کی قدرت ہے کہ ہذا اولےٰ ہذا اصح ہذا اوفق للناس۔

چھٹا طبقہ اُن مقلدین کا ہے جو کہ قوی اور ضعیف کی تمیز میں قدرت رکھتے ہیں اور اقوال مردودہ اور روایات ضعیفہ کی نقل نہیں کرتے مثل صاحب کنز اور صاحب مختار اور صاحب وقایہ اور صاحب مجمع وغیرہ اہل متون کے۔

ساتواں طبقہ اُن مقلدین کا ہے جو اس کی بھی قدرت نہیں رکھتے اور موٹے دبلے میں کچھ تمیز نہیں کر سکتے ۔

اب جو شخص ان طبقات فقہا پر غور کرے وہ خود سوچ سکتا ہے کہ فقہ کی ابتدا کیا تھی اور انتہا کیا ہوئی زیادہ تشریح کی کچھ حاجت نہیں ہے اس بات پر خیال کر کے لوگوں نے تقلید کو اختیار کیا اور اجتہاد و عمل بالحدیث سے ہاتھ اُٹھا لیا کہ جب بڑے بڑے علماء کہ جو امام اور شمس الائمہ کہلائے جاتے ہیں اور بڑے بڑے مؤلف جن کی کتابوں کے پڑھنے سے لوگ عالم اور فقیہ ہو جاتے ہیں چھٹے طبقے اور پانچویں طبقے میں پڑے ہوئے ہیں تو پھر دوسرا کون ہے جو اجتہاد کر سکتا ہے یا کتاب وسنت سے مسائل کا استخراج کر سکتا ہے اور اس امر کو کہ یہ قول اُن کا صحیح ہے یا غلط ہم پیچھے بیان کرتے ہیں ۔

چونکہ ہمارے اس بیان سے اجتہاد کے خاتمے کا زمانہ اور تقلید محض پر عمل کرنے کا حال بخوبی معلوم ہو گیا اس لئے اب ہم اس امر کو بیان کرتے ہیں کہ باہم ائمہ کے مسائل فقہی میں اختلاف کیوں ہوا اگرچہ جو مختصر کیفیت بنائے مذاہب کی ہم نے اوپر بیان کی اُس سے سبب اختلاف کا بھی معلوم ہوتا ہے لیکن چونکہ اس اختلاف کو دیکھ کر لوگوں کو بہت سے شبہات پیدا ہوتے ہیں اور ایک دین اور ایک شریعت میں ایسی کثرت سے اختلاف ہونے پر ہر شخص کو حیرت ہوتی ہے کوئی پوچھتا ہے کہ جب قرآن وحدیث پر سب کا عمل ہے تو پھر کیا قرآن وحدیث میں باہم اختلاف

ہے کوئی کہتا ہے کہ جب تبع تابعین کے مذہب کی بنا تابعین پر اور تابعین کی صحابہ پر ہے تو کیا صحابہ باہم مختلف تھے اگر تھے تو باوجودیکہ سب نے ایک ہی نبی کو دیکھا اور ایک ہی پیغمبر سے دین کو لیا تو پھر آپس میں اُن کے اختلاف کیونکر ہوا اور باوجود اس اختلاف کے جب لوگ یہ سنتے ہیں کہ چاروں مذہب حق ہیں اور جو اختلاف اُن میں ہے وہ رحمت ہے تو اور بھی زیادہ تعجب ہوتا ہے اور دل میں اور ہی کچھ خیال کر کے ہر شخص ساکت ہو جاتا ہے اس لئے ہم اس اختلاف کے اسباب کو ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں تاکہ لوگوں کے دلوں سے شبہات دور ہوں اور وہ اس اختلاف فروعی کو اُصول کا اختلاف سمجھ کر دل میں اپنے دین کی حقیقت میں شک نہ کرنے لگیں۔

یہ بات تو اوپر ہم لکھ چکے ہیں کہ تبع تابعین کے مذہب کی بنا تابعین پر اور اُن کی صحابہ پر ہے تو جو اختلاف باہم صحابہ کے ہوا وہی اختلاف تبع تابعین میں چلا آیا اور جب تبع تابعین نے مذہب کی بنیاد ڈالی تو اُن کے آپس میں بھی وہی اختلاف رہا اس لئے ہم اول صحابہ میں باہم اختلاف ہونے کا سبب بیان کرتے ہیں۔

پہلے اس امر کو ذہن نشین کرنا چاہیئے کہ اختلاف جو مسلمانوں میں بعد زمانہ نبوت کے ہوا وہ دو قسم ہے ایک اختلاف عقائد اور اُصول میں دوسرے اختلاف مسائل اور فروع میں اختلاف عقائد اور اصول کا وہ ہے جو کسی اُصول دین میں ہو مثل توحید اور نبوت اور معاد اور

فرضیت روزہ اور نماز اور حج اور زکوۃ وغیرہ کے یا کسی عقیدے میں عقائد دین کے ہو مثل خلافت اور حقیت اجماع صحابہ اور وجوب محبت اہلبیت و اصحاب اور عدم تکفیر اہل قبلہ اور مرتکبان کبائر کی اور مثل اُس کے اور عقائد جن پر اعتقاد کرنا بنصوص صریح ضروری ہے پس جو شخص عقائد اور اُصول میں مخالف ہے وہ بدعتی اور اہل سنت کے گروہ سے خارج ہے مثل معتزلہ اور قدریہ اور مرجیہ اور شیعہ اور خوارج کے اور نہ صحابہ میں اور نہ تابعین میں اور نہ تبع تابعین میں نہ کسی امام میں ائمہ اربعہ سے اختلاف ہوا بلکہ سب اُصول اور عقاید میں متفق ہیں اور ایک امر میں بھی ضروریات دین سے اور ایک عقیدے میں بھی اعتقادات اہل سنت سے باہم مختلف نہیں ہیں اس لئے چاروں مذہب اہل سنت ہی کے کہلائے جاتے ہیں۔

دوسرا اختلاف مسائل اور فروع میں مسائل اور فروع سے فقہ کے مسائل مراد ہیں اور ان میں چاروں مذہب البتہ باہم مخالف ہیں اور صحابہ بھی باہم مخالف تھے اس لئے اس اختلاف کے اسباب بیان کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ صحابہ میں بعد زمانہ نبوت کے کیوں اختلاف ہوا۔

مدار صحابہ کے اقوال اور افعال اور احکام اور مسائل کا قرآن و حدیث پر تھا اور چونکہ قرآن پیغمبر صاحب ہی کے سامنے جمع ہو گیا تھا اس لئے کسی ایسے مسئلے میں جو قرآن میں صاف موجود ہے باہم اختلاف نہیں ہوا اور احادیث پیغمبر صاحب کے روبرو جمع نہ ہوئی تھیں اسلئے

جن مسائل کا استخراج حدیث پر موقوف تھا اور ہے اُنہیں میں اختلاف ہوا اور اُس کے کئی سبب ہیں[1]۔

اول اختلاف سماعت یعنی ایک صحابی کا کسی حدیث یا حکم نبوی کو سننا اور دوسرے کا نہ سُننا مثلاً پیغمبر صاحب نے کوئی حکم دیا یا کچھ فرمایا یا کوئی فتوٰے دیا تو جو موجود تھا اُس نے دیکھا اور سُنا اُسنے تو اس پر عمل کیا دوسرے صحابی نے اُسے نہ دیکھا نہ سنا نہ جس صحابی نے سنا اور دیکھا تھا اُس سے اُس دوسرے صحابی کو روایت پہنچی تو اس دوسرے صحابی نے جب ویسا ہی معاملہ پیش آیا خود اجتہاد کیا پس اگر اُس حدیث کے موافق ہوا تو دونو صحابی متفق ہوئے اور اگر اجتہاد میں خطا ہوئی تو اُن میں اختلاف ہوُا۔

دوسرے ترک اجتہاد یعنی صحابی کا اپنے اجتہاد سے پھر جانا مثلاً صحابی نے کسی امر میں اجتہاد کیا اس سبب سے کہ کوئی حدیث اُسکو نہ پہنچی تھی اور پھر اس کو کسی سے وہ حدیث پہنچ گئی تو اُس نے اپنے اجتہاد کو ترک[2] کیا اور حدیث پر عمل کیا لیکن جن لوگوں نے پہلے اجتہاد کو صحابی کے سُنا اور اُس سے رجوع کرنے کی خبر اُسے نہ ملی اُس نے صحابی کے پہلے ہی قول پر عمل کیا۔

تیسرے اشتباہ فی الحدیث یعنی حدیث کی صحت میں شک

---

[1] دیکھو حجۃ اللہ لغہ۔

[2] اور یہ بھی ممکن ہے کہ خود اُس اجتہاد میں کچھ نقص پایا اور اُس کو چھوڑ دیا۔

رہنا اور اُس پر کسی صحابی کا عمل نہ کرنا یہ تو کوئی صحابی نہیں کر سکتا تھا کہ باوجود صحت کسی حدیث کے اُس کو ترک کرتا اور اپنے اجتہاد پر عمل کرتا مگر جب راوی کسی حدیث کا ضعیف اور قابل کامل اعتبار کے نہوتا تو صحابی اپنے اجتہاد پر قائم رہتے اور اُس حدیث کو صحیح نہ جانکر اُس پر عمل نہ کرتے اور بعض حدیث کا نام سُنتے ہی اُس پر عامل ہو جاتے اور اُس کے ضعف اور قوت کو نہ دیکھتے۔

چوتھے سمجھ میں اختلاف ہونا یعنی چند صحابیوں نے پیغمبر خدا کو ایک کام کرتا ہوا دیکھا کسی نے اُس کو عبادت پر کسی نے اُس کو عادت پر کسی نے اس کو قربت پر کسی نے اُس کو اباحت پر محمول کیا اور اس سے باہم اختلاف ہوا۔

پانچویں سہو و نسیان یعنی کسی صحابی نے گو خود پیغمبر صاحب سے کچھ سُنا یا کچھ کرتے دیکھا مگر اُسے یاد نہ رہا اور بھول گیا۔

چھٹے اختلاف ضبط یعنی پیغمبر صاحب نے کسی امر میں کچھ فرمایا یا حکم دیا اور کوئی صحابی اُس کا مطلب اَور ہی کچھ سمجھا جیسا کہ حضرت عمر یا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کہ مُردے کو اُسکے گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے کہ اس حدیث کو سنکر حضرت عائشہ نے کہا کہ یہ صحیح نہیں ہے اور راوی نے غلطی کی ہے بلکہ حقیقت اس کی یہ ہے کہ پیغمبر صاحب ایک یہودیہ کے جنازے پر گزرے کہ اُسکے گھر والے روتے تھے حضرت نے فرمایا کہ یہ تو روتے ہیں اور وہ قبر میں

عذاب دی جاتی ہے پس مطلب یہ تھا کہ یہ تو اس کے لئے روتے ہیں اور وہ اپنے عذاب میں مبتلا ہے نہ وہ مطلب ہے جو راوی سمجھا اور جس سے عذاب کو رونے کا معلول سمجھ کر ہر مُردے کی نسبت اس حکم کو عام تصوّر کیا۔

ساتویں علت حکم میں اختلاف ہونا یعنی پیغمبر صاحب نے کوئی حکم دیا یا کوئی کام کیا اور دیکھنے والوں نے اپنے نزدیک اسکی علت[1] اور وجہ قائم کی اور اُس میں اختلاف ہوا مثلاً پیغمبر صاحب ایک جنازے کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے تو کسی نے قیام کی علت تعظیم ملائکہ خیال کی کسی نے ہول موت اُسکی علت سمجھی اور اپنی اپنی سمجھ کے موافق اُسکی تعمیم اور تخصیص پر رائے قائم کی۔

آٹھویں دو مختلف حدیثوں کے جمع کرنے میں اختلاف ہونا جو کہ عادات اور مباحات اور سنن میں ایک ہی امر کی پابندی حضرت کو نہ تھی اور احکام میں بھی تکمیل اور اصلاح مناسب ہوتی رہتی تھی اس لئے جو قول یا فعل یا حکم مختلف ہوتا اُس کے توافق میں صحابہ میں اختلاف ہوتا کوئی اباحت کو بسبب ضرورت کے اور نہی کو بوجہ انقضائے ضرورت کے خیال کرتا کوئی ایک کو ناسخ اور دوسرے کو منسوخ سمجھتا اور جو صحابی صاحب فراست اور صاحب علم تھے وہ عادات کو عبادات سے

[1] یہ خرابی اس لئے پڑتی ہے کہ علت کا علت ہونا نص سے قرار نہیں دیا بلکہ اپنی سمجھ سے قرار دیا۔

اور سنن کو واجبات سے جدا کرتے اور ایک کو دوسرے میں نہ ملاتے اور جو اس میں تمیز نہ کرتے وہ سب کو عبادات اور واجبات ہی خیال کر کے اختلاف عادات کو اختلاف فی العبادت جانتے۔

چونکہ ہم اختلاف مذاہب کا سبب بھی بیان کر چکے اس لئے ہم اُس فرق کو بیان کرتے ہیں جو اجتہاد اور عمل بالحدیث میں ہے۔

عمل بالحدیث اور اجتہاد میں جو فرق ہے اُس کا بیان

بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جن کو عمل بالحدیث اور اجتہاد میں فرق نہیں معلوم ہوتا بلکہ جب وہ سُنتے ہیں کہ جو لوگ حدیث پر عمل کرتے ہیں اور اصحاب حدیث کہلائے جاتے ہیں اُن مسائل کو جن کی تصریح حدیث میں نہیں ہے اپنے قیاس سے استخراج کرتے ہیں اور جو لوگ اجتہاد کرتے ہیں اور اصحاب الرائے کہلائے جاتے ہیں وہ بھی اُن مسائل میں جو بتصریح کتاب وسنت میں موجود ہیں اجتہاد نہیں کرتے اور اُسی پر عمل کرتے ہیں اور دونو کا ماخذ کتاب وسنت ہے اور دونو کو قیاس سے کام لینا پڑتا ہے تو یہ دونو میں مابہ الامتیاز کیا ہے اسلئے دونو میں جو فرق ہے اُس کو ہم بیان کرتے ہیں۔

اگلے زمانے میں یعنی تابعین اور تبع تابعین کے وقت میں دو قسم

کے عالم تھے ایک تو وہ جو رائے اور قیاس سے بہت بچتے تھے اور فتوے اور استخراج سے بہت ڈرتے تھے اور سوائے اشد ضرورت کے استنباط کرنے کو پسند نہ کرتے تھے اُن کی ساری ہمت اس طرف مصروف رہتی تھی کہ احادیث نبوی کی روایت کریں اور جہاں تک ہو سکے تمام احکام اور مسائل کو انہیں سے ثابت کر دیں اور وہ اسی واسطے احادیث کے جمع کرنے میں بہت سی محنت کرتے تھے چنانچہ جب اُنہوں نے احادیث کو جمع کر لیا اور ضعیف اور قوی کو علیٰحدہ کر لیا تو انہوں نے کتاب و سنت ہی کو اصول استخراج مسائل کا ٹھیرایا اور اُسی کی تصحیح اور تنقیح کے لئے قواعد مقرر کئے تاکہ معلوم ہو جائے کہ کونسی حدیث اصل ہے۔ اور کونسی بے اصل ہے۔

پس اس طبقے کے لوگوں کو جب ضرورت کسی مسئلے کی ہوتی تو وہ قرآن سے رجوع کرتے اگر اُس سے بصراحت نکل آتا تو پھر کسی اور طرف توجہ نہ کرتے اگر اُس سے معلوم نہ ہوتا یا اُس میں اور احتمالات ہوتے تو وہ سنت پر رجوع کرتے اور جو کچھ حدیث میں پاتے اُس پر عمل کرتے اور حدیث پر عمل کرنے کے لئے نہ وہ اس کا لحاظ کرتے کہ اور فقہا اُسپر عمل کرتے ہیں یا نہیں اور سب لوگ اُس پر چلتے ہیں یا نہیں اور مجتہدین کا اجتہاد اُس کے مطابق ہے یا نہیں بلکہ وہ اس کی بھی پروا نہ کرتے کہ صحابہ اور تابعین نے بھی اس پر عمل کیا ہے یا نہیں بلکہ اگر کوئی حدیث ایسی ہوتی کہ ایک ہی شہر کے لوگ اُس سے واقف ہوتے یا ایک ہی

گھر کے لوگ اُس پر عامل ہوتے پس وہ اپنے عمل کی سند کے لئے اُسے لے لیتے اور سوائے اس کے کہ وہ حدیث کی صحت ثابت کر لیں اور کسی طرف توجہ نہ کرتے اور نہ کسی اُصول اور کسی قاعدہ کی پابندی کرتے۔

اگر حدیث سے اُس کا پتہ نہ چلتا تو وہ صحابہ اور تابعین کے اقوال پر نظر کرتے۔ پس اگر اُس بات پر جمہور صحابہ اور تابعین کو متفق پاتے تو فبہا ورنہ بلالحاظ کسی قوم اور کسی شہر اور کسی فرقے کے جس کو وہ اپنے نزدیک زیادہ عالم اور فقیہ اور متّقی جانتے اُس کے قول کو اختیار کرتے۔

اگر اس سے بھی مطلب نہ نکلتا یعنی اُس مسئلے کا اقوال صحابہ و تابعین سے حال معلوم نہ ہوتا تو وہ قیاس کرتے مگر ان کا قیاس منطقی قیاس کی مانند نہ ہوتا تھا اور اس کے لئے کچھ دقیق اُصول اور مشکل قواعد کی پابندی نہ تھی بلکہ اُن کا قیاس یہ تھا کہ وہ عمومات کتاب و سنت اور اُس کے اشارات اور مقتضیات پر تامل کرتے اور صرف اپنے یقین اور اطمینان قلبی پر لحاظ کرتے اُس کی علّت نکال لیتے اور جس میں وہ علّت پاتے اُس پر وہی حکم لگاتے اور اور مسائل کی نظیریں اور مثالیں دیکھ کر اپنا کام چلا لیتے۔

یہ طریقہ اُن کا ٹھیک اصحاب رسول کا سا تھا اور یہی قاعدہ استخراج مسائل کا صحابہ میں جاری تھا اور اُس کے ثبوت میں ہزار ہا اقوال صحابہ کے موجود ہیں جن میں سے کچھ کچھ ہم آیندہ بیان کرینگے۔

غرضکہ اس طور پر مسائل کے استخراج کرنے والے اصحاب حدیث

کہلائے گئے اور چونکہ وہ کسی اُصول اور کسی قاعدہ کے پابند نہ ہوئے اس لئے ان کا قیاس بھی قیاس اور راے میں داخل نہ ہوا چنانچہ اسی گروہ میں سے ہوئے ہیں عبدالرحمٰن بن مہدی اور یحییٰ بن سعید اور یزید بن ہارون اور عبدالرزاق اور مسدد اور ہنا اور امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ اور فضل بن وکین اور علی مدنی وغیرہ کہ یہ سب اصحاب حدیث میں داخل ہیں۔

اس بات کے سُننے سے بھی لوگوں کو تعجب ہوگا کہ اتنی حدیثیں کہاں سے ملی ہونگی جن سے سب مسائل نکل آئے ہوں اور بغیر اس قیاس اور راے کے جسے مجتہدین نے اختیار کیا اُن کا کام چلا ہو لیکن اُن کا تعجب اس سے رفع ہو سکتا ہے کہ وہ ان کی کتابوں کو دیکھیں اور جو کچھ محنتیں انہوں نے احادیث کے جمع کرنے میں اپنے اوپر اٹھائیں اُس پر خیال کریں تاکہ اُن کو معلوم ہو کہ جن لوگوں نے اس قاعدے کی فقہ پر تدوین کی ہے اُن کو کوئی ایسا مسئلہ جس کو اگلے لوگوں نے نکالا تھا یا اُن کے وقت میں مجتہدین نے قیاس سے استخراج کیا تھا ایسا نہ ملا جس میں کوئی حدیث مرفوع یا متصل یا مرسل یا موقوف صحیح یا حسن یا لائق اعتبار نہ ملی ہو یا خلفاے راشدین کے آثار اور فقہاے نامی کے اقوال سے اُس کا ثبوت نہ ہوتا ہو یا اُن کے عمومات اور اشارات سے اُس کا استنباط نہ ہو سکتا ہو بیشک اس میں یہ بڑی دقت تھی کہ بہت سی احادیث جمع کرنی پڑتیں اور اُن کی تصحیح اور تنقیح کی محنت اُٹھانی

پڑتی اور ان کے ناسخ اور منسوخ کا لحاظ رہتا اور جو مختلف حدیثیں ہوتیں ان کا اختلاف دور کرنا یا اُس کے وجوہات کو دریافت کرنا پڑتا۔

جو کوئی اصحاب حدیث کی فقہ کی تدوین پر غور کرتا ہے اُسکی آنکھوں کے سامنے بہت سی عجیب غریب باتیں پھر جاتی ہیں اور اُس کے دل پر فنون احادیث پر تامل کرنے سے ایک اور ہی قسم کی تاثیر ہوتی ہے۔

افسوس ہے کہ جس مضمون کو ہم نے لکھنا شروع کیا ہے۔ اُس کے لئے دفتر چاہئیں اور اگر مختصر طور بھی کچھ کچھ ہم لکھیں تو بھی ایک بڑی کتاب ہو جائے اور ہم چند صفحوں میں اُسے ختم کیا چاہتے ہیں اسلئے بہت ہی مختصر طور پر اب ہم اُس کو بھی بیان کرتے ہیں کہ اصحاب حدیث نے تدوین فقہ کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا اور پھر اُس کے کتنے درجے اور طبقے ہو گئے پس پہلا طبقہ اہلحدیث کا وہ ہوا جس نے احادیث کو جمع کیا اور فقہی مسائل کا اس پر مدار رکھا اس طبقے کے لوگوں کے نام اوپر ہم لکھ چکے ہیں پھر دوسرا طبقہ وہ ہوا جس نے حدیث کے دوسرے فن پر توجہ کی یعنی اُن حدیثوں کو جن کی صحت پر بڑے بڑے اہلحدیث کا اجماع تھا علیحدہ کیا اور اُن حدیثوں کو جو متعلق فقہ کے تھیں جن پر شہروں کے فقیہ اور قصبوں کے عالم اپنا مذہب چلاتے تھے جدا کر کے ہر حدیث کو باعتبار اُس کے اقسام کے ترتیب دیا اس طبقے میں امام محمد اسمٰعیل بخاری اور مسلم اور ابو داؤد اور عبد بن حمید اور دارمی اور ابن ماجہ اور ابو العلی اور ترمذی اور نسائی اور دار قطنی وغیرہ داخل ہیں۔

تیسرے طبقے میں وہ لوگ داخل ہیں جو بخاری اور مسلم کے پہلے تھے یا اُن کے زمانے میں یا اُن کے بعد ہوئے اور جنہوں نے مسانید اور جوامع اور مصنفات کو تالیف کیا اُنہوں نے جو حدیث پائی اُسے جمع کر دیا نہ اُس کو چھانٹا نہ اُس میں اقسام حدیث کو بیان کیا نہ اُسکی کچھ ترتیب ایسی کی کہ جس پر عمل آسانی سے ہو سکے اور پھر پیچھے بھی محدثین نے اُس کی صحت اور سقم پر چنداں توجہ نہ کی چنانچہ اسی طبقے میں ابو علی اور طیاسی اور بیہقی اور عبد الرزاق اور ابی بکر ابن شبیہہ اور عبد بن حمید اور طحاوی اور طبرانی ہیں۔

چوتھے طبقے میں وہ لوگ ہیں جنہوں نے بہت عرصے کے بعد حدیث کی کتابوں کا لکھنا شروع کیا اور جو حدیثیں پہلے اور دوسرے طبقے میں جمع نہ ہوئیں اور مسانید اور جوامع میں چھپی ہوئی پڑی ہوئی تھیں یا اُن وعظوں اور خوش گپ عالموں کو یاد تھیں جو ضعفا میں داخل تھے اور جن کی حدیث کو محدثین محققین پایۂ اعتبار سے ساقط جانتے تھے اُن کو انہیں نے جمع کر دیا اور آثار صحابہ اور تابعین کو اور احبار بنی اسرائیل کو اور کلام حکما اور وعاظ کو بھی اُس میں شامل کر دیا چنانچہ عمدہ حدیث اس طبقے کی وہ ہے جو کہ ضعیف اور محتمل ہو اور موضوعات کا تو کچھ ذکر ہی نہیں ہے چنانچہ یہی طبقہ مادہ ابن جوزی کی کتاب موضوعات کا ہے۔

پانچویں طبقے میں وہ لوگ داخل ہیں جنہوں نے اُن باتوں کو

جو فقیہوں اور صوفیوں اور مؤرخوں کی زبانوں پر تھیں اور جن کی کچھ اصل چاروں طبقات میں نہ تھی لیکر حدیث میں داخل کر دیا اور انہیں احادیث پر اہل بدعت اور معتزلہ وغیرہ نے سند کر کے اہلِ سنت پر اعتراضات کرنا شروع کیا اور بہت سے عالموں نے دھوکا کھایا خصوصاً ان حدیثوں میں جن کو ہوشیار دنیا طلب عالموں نے قوی اسناد سے اُس میں داخل کر دیا اور جن کو کلام بلیغ اور فصیح کے پیرائے میں ادا کیا تو ان احادیث سے سوائے بڑے محقق محدث کے ہر شخص نے دھوکا پایا جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں وَمنہا مادسه الماجن فی دینه العالم بلسانه فاتی باسناد قوی لا یمکن الجرح فیه وکلام بلیغ لا یبعد صدوره عنه صلی اللہ علیه وسلم فاثار فی الاسلام مصیبة عظیمة لکن الجهابذة من اهل الاحادیث یوردون مثل ذلك علی المتابعات والشواهد فیهتك الاستار ویظهر العوار

غرض کہ سوائے چوتھے اور پانچویں طبقے کے باقی طبقات اہلحدیث کے ایسے ہیں کہ ہر وقت اور ہر زمانے میں اُس پر عمل کرنے سے آدمی اہل حدیث ہو سکتا ہے اور اپنی فقہ اور مسائل کا مدار طبقہ اولے اور ثانیہ کی کتابوں پر کر سکتا ہے اور جو لوگ اب تک اصحاب حدیث ہوئے اور ہیں اُن کا اسی پر عمل تھا اور ہے۔

یہ کیفیت جو بہ اختصار ہم نے اہل حدیث کی بیان کی سمجھنے والے کے لئے اصحاب حدیث کے طریق تدوین فقہ کے لئے کافی ہے اسلئے

اب ہم مجتہدین اور اصحاب الرائے کے طریق اور اُن کے اصول کو بیان کرتے ہیں۔

اوپر ہم بیان کر چکے ہیں کہ اگلے زمانے میں دو قسم کے لوگ تھے ایک وہ جو رائے اور قیاس سے بہت بچتے تھے اور فتوی استخراج سے بہت ڈرتے تھے اور حدیثوں ہی کو جمع کر کے اُنہیں سے مسائل نکالتے تھے اور اس فرقے کو اصحاب حدیث کہتے تھے چنانچہ اس کا حال اوپر مذکور ہو چکا۔

دوسری قسم میں وہ لوگ داخل تھے جو کہ فتوے اور استخراج ہی کو دین سمجھتے تھے اور رائے اور قیاس سے مسائل کا استنباط کرنا ہی اچھا جانتے تھے اور فقہ کو دین کی بنا کہتے تھے اور اُس کے پھیلانے ہی کو دین کا پھیلانا سمجھتے تھے اور احادیث نبوی کا بہت لحاظ کرتے تھے اور اُس میں کمی بیشی ہو جانے سے بہت ڈرتے تھے اُن کا قول تھا کہ ہم پیغمبر صاحب تک اپنے مسائل کا سلسلہ نہیں پہنچاتے بلکہ اُن سے پیچھے ہی پر ختم کر دینے کو پسند کرتے ہیں تاکہ جو کچھ نقصان یا زیادتی ہو وہ اُنہیں لوگوں کی گردن پر رہے ہم مواخذے سے محفوظ رہیں چنانچہ ابراہیم نخعی کا مقولہ تھا کہ قال عبد اللہ وقال علقمہ احب الینا کر یہ کہنا مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ کہا عبد اللہ نے ایسا اور کہا علقمہ نے ویسا پس ان لوگوں کو جب ضرورت فقہ کی تدوین کی ہوئی تو اُن کے پاس اتنی حدیثیں پیغمبر کی اور آثار صحابہ کے نہ تھے جس سے وہ اپنے مسائل

کو اُن سے نکال سکیں اور صرف اُنہیں چند آسان اصول کی پابندی سے جن سے اہل حدیث احکام نکال لیتے تھے اپنا کام چلا سکیں اُنکے دلوں نے اس بات کو بھی قبول یا پسند نہ کیا کہ وہ اپنے اپنے شہروں کے علما اور فقہا کے قولوں کے پابند نہ رہیں اور اور شہروں اور مقاموں کے فقہا اور علما کے اقوال کی تحقیق کر کے اُن سب کو ملاویں اور اُنسے بحث کر کے اپنا کام نکالیں بلکہ اُنہوں نے اپنے آپ کو براہ کسر نفسی اس لائق نہ جانا اور اپنے اماموں اور اُستادوں کو اعلےٰ درجہ پر پہنچا ہوا سمجھ کر اَوروں کی طرف رجوع کرنا یا اُن کے اقوال کو تحقیق کرنا فعل عبث تصور کیا اور اپنی ہمت کو اپنی ہی شہروں کے علما اور اپنے ہی استادوں اور اماموں کے اقوال پر قناعت کر لینے پر ختم کر دیا چنانچہ کسی نے کہا کہ عبداللہ سے زیادہ کوئی محقق نہیں ہے کسی نے کہا کہ علقمہ سے اچھا کوئی نہیں ہے غرض کہ ایسے لوگوں کے پاس مادہ احادیث اور آثار کا بہت سا نہ تھا اور اُن کا علم چند شخصوں ہی کے علم پر محدود تھا پس جب ایسے لوگوں کو فقہ کی تدوین کی ضرورت ہوئی اور خدا نے اُن کو ذہن کی تیزی اور عقل کی چالاکی ایسی دی تھی کہ وہ اپنی فطانت اور فراست اور سرعت انتقال سے تخریج مسائل کی قدرت کامل رکھتے تھے اور چند ہی اُصول سے وہ بے انتہا جزئیات نکال سکتے تھے تو اُنہوں نے اپنے ہی اصحاب اور یاروں اور اُستادوں کے اقوال اور احادیث کو مدار فقہ کا بنایا اور اُسی تھوڑے سے سرمائے سے فقہ کی دولت کو بڑھانا چاہا

تو اُنہوں نے فقہ کو تخریج کے قاعدے پر ترتیب دیا اور ہزاروں احادیث کے یاد کرنے اور خیال رکھنے سے اپنے تئیں بچایا۔

تخریج کا قاعدہ کیا تھا۔ یہ تھا کہ اُنہوں نے اپنے اُستاد یا امام جس کو وہ قابل استناد سمجھے اُس کی کتاب اور اقوال کو پیش نظر رکھا اور مسائل کو اُنہیں سے استخراج کرنا شروع کیا اگر کوئی مسئلہ اس میں بتصریح ہوتا تو خیر ورنہ اُن کے کلام کے عمومات پر لحاظ کرتے اور اُسی صورت پر اُس مسئلے کو نکال لیتے یا اُن کے کلام کے اشارات ضمنی پر خیال کرتے اور اُس سے استنباط کرتے پس اُن کے کلام کے اشارات اور مقتضیات ایسے ہوتے کہ اُس سے مطلب نکل آتا یا اُن میں ایسے مسائل بتصریح مذکور ہوتے کہ مثل اُس کے اور مسائل اُسی نظیر کے اُس پر محمول کر لئے جاتے اگر اُن سے بھی کام نہ چلتا تو اُن کے کھولے ہوئے حکموں کی علّت دریافت کرتے اور جن مسائل کی اُنہوں نے تصریح نہ کی تھی اُسی علت کے اتحاد سے اُس پر حکم قائم کر لیتے یا اُن کے بعض کلام ایسے ہوتے تھے کہ اگر دو کو ملا دیں تو بموجب قیاس اقترانی یا شرطی کے نتیجہ نکل آتا اور اُس سے مسئلہ معلوم ہو جاتا یا اُن کے کلام ایسے ہوتے کہ جن کا مطلب مثالوں ہی میں مذکور ہوتا اور کوئی حد جامع مانع اس کی نہ ہوتی تو ایسے کلام کی تحقیق کے لئے اہل زبان کی طرف رجوع کرنا پڑتا اور تحصیل ذاتیات اور ترتیب مقدمات اور ضبط مبہمات اور تمیز مشکلات کے لئے تکلفات علمی کرنے پڑتے یا اُن کا کلام

دو وجہوں کا محتمل ہوتا تو ایک کی دوسرے پر ترجیح کرتے یا ایسا ہوتا کہ
جس کی دلائل پوشیدہ ہوتیں اُس کو صاف بیان کرتے یہاں تک کہ
ایسی تخریج کرنے والوں میں سے بعضے ایسے ہوئے ہیں کہ جنہوں نے
اپنے اماموں ہی کے فعل اور سکوت سے مسائل میں استدلال کیا ہے
اسی واسطے اُن کی کتابیں ایسے لفظوں سے بھری ہیں جن سے ہمارے
اس قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ مثلاً القول المخرج لفلان کذا ویقال
علی مذھب فلان او علی اصل فلان او علے قول فلان جواب المسئلۃ
کذا وکذا ا پس جس طرح پر اصحاب حدیث اپنے مسئلوں کو احادیث
ہی سے نکالنا پسند کرتے تھے اسی طرح پر اصحاب تخریج اپنے مسائل کو
اپنے ہی ائمہ کے اقوال سے نکالتے تھے اور چونکہ اصحاب حدیث کی نظر
بہت سی حدیثوں پر تھی اور اُن کو اکثر سب مسائل میں احادیث نبوی
یا آثار صحابہ سے کوئی حدیث یا اثر مل جاتے تھے اس لئے اُنکو استخراج
اور استنباط کے اُصول اور قواعد بنانے اور رائے اور عقل سے کام لینے
کی نوبت نہ آئی اور اصحاب تخریج چونکہ اپنے ہی ائمہ کے اقوال پر قناعت
کرتے تھے اور اُسی سے سارے مسئلے نکالنا چاہتے تھے اس لئے اُنکو
اُس استخراج اور استنباط کے دقیق دقیق اُصول اور باریک باریک
قاعدے بنانے پڑے اور اُن میں رائے اور عقل سے کام لینا پڑا۔

پس شروع شروع زمانے میں تو اصحاب تخریج بھی احادیث ہی
پرسند کرتے تھے گو وہ حدیثیں وہی ہوں جو اُن کے اُستادوں اور پیشواؤں سے

سے اُنہیں پہنچی تھیں اور اُس وقت میں وہ باریکیاں جو بعد میں نکلیں نہ نکلی تھیں لیکن بعدازاں تو اصحاب تخریج نے قیامت ہی برپا کردی اور فقہ کو یونانی حکمت اور فلسفہ کا ہمسر بنا دیا لفظوں سے معنی کا نکالنا اور عبارت سے مقصد کا سمجھنا بغیر ان کے اُصول مقررہ کے غیر ممکن ہو گیا بلکہ الفاظ بیک طرف حرفوں کی تبدیل سے مطلب میں فرق آنے لگا (ف) اور (و) پر استدلال اور کلمے کی تقدیم اور تاخیر سے مطلب اور کا اور ہونے لگا اور پھر جس قدر زمانہ بڑھتا گیا اور نبوت کا عہد دور اور فلسفہ اور معقولات کا مسلمانوں میں رواج ہوتا گیا اُسیقدر رائے اور قیاس کو زیادہ دخل ہوا اور منقولات میں معقولات کا ایسا خلط ہو گیا کہ بغیر منطق کے قواعد سیکھنے اور فلسفہ کے پڑھنے کے فقہ کی کتابوں کا سمجھنا مشکل ہو گیا چنانچہ اب تک ہمارے آپس میں مشہور ہے کہ بغیر منطق میں کامل استعداد رکھنے کے کوئی ہدایہ سمجھ ہی نہیں سکتا اور بلاواقف ہونے محاورات جدیدہ جدلیہ کے کوئی مبسوط سرخسی اور تبئین کا مطلب دریافت نہیں کرسکتا پس حقیقت میں اصحاب الرائے وہی ہیں جو احادیث اور آثار کا تتبع نہیں کرتے اور متقدمین میں سے کسی کے اصول پر مسائل کی تخریج کرتے ہیں اور نظیر کو نظیر ہی پر محمول کرتے ہیں اور یہ مطلب اہل رائے سے نہیں ہے کہ جو سمجھ اور عقل کو دخل دیتے ہیں اور قیاس اور استنباط سے کام لیتے ہیں اس لئے اگر رائے سے مراد نفس فہم اور عقل ہو تو کوئی اہل حدیث نہ ہو اور سب کے سب

صاحب الرائے کہلائے جائیں حالانکہ ایسا نہیں ہے امام احمد حنبل اور اسحاق بن راہویہ بلکہ امام شافعی بھی اصحاب الرائے سے خارج اور اہلحدیث میں داخل سمجھے جاتے ہیں لیکن آخر وہ بھی استنباط کرتے تھے اور قیاس سے کام لیتے تھے۔

غرضکہ مابہ الامتیاز دونوں میں یہ ہے کہ جو کتاب وسنت کو بلا پابندی کسی شخص کے اصول کے پیش نظر رکھ کر اُن سے مسائل کو لے یا استنباط کرے وہ اہل حدیث ہے اور جو کتاب وسنت کے علم کو پہلوں ہی پر ختم سمجھے اور کسی شخص یا کسی فرقے کے اصول اور کلام ہی پر مدار فقہ کا رکھے اور اُسی کے مقرر کئے ہوئے اصول اور بتلائے ہوئے قاعدوں پر استخراج کرے وہ صاحب الرّائے ہے۔

چھٹے تقلید اور عمل بالحدیث پر ایک مقلد اور غیر مقلّد کا مباحثہ

مقلّد سائل حضرت حنفی ہیں کہ شافعی؟

غیر مقلد مجیب میں محمدی ہوں نہ حنفی نہ شافعی اس لئے کہ میں جس پیغمبر پر ایمان لایا اور جس کی نبوت کا معتقد ہوا اُسی سے اپنے آپ کو منسوب کرتا ہوں۔

مقلّد۔ معلوم ہوا کہ آپ غیر مقلد ہیں اور تقلید کو آپ واجب نہیں

جانتے ہیں۔

غیر مقلد۔ بلاشک میں تقلید کو واجب نہیں جانتا اس لئے کہ نہ خدا کی کتاب سے اُس کا وجوب ثابت ہوتا ہے نہ رسول خداؐ کی کسی حدیث سے۔

مقلد۔ تقلید کا وجوب اجماع سے ثابت ہے اور اجماع کا اتباع واجب ہے اور اُس کا منکر کافر ہے۔

غیر مقلد۔ اجماع کی تعریف کیا ہے۔

مقلد۔ الاجماع ھو فی اللغة الاتفاق وفی الشریعة اتفاق مجتهدین صٰلحین من امّة محمد علیه الصّلٰوة والسّلام فی عصر واحد علی امر قولی وفعلی یعنی لغت میں تو اسکے معنی ہیں اتفاق کے اور شریعت کی اصطلاح میں اتفاق کرنا نیک اور صلاحیت رکھنے والے مجتہدین کا اُمت محمدیؐ سے کسی ایک زمانے میں اوپر کسی امر قولی یا فعلی کے۔

غیر مقلّد۔ مجتہدین اور صالحین کے قیود کی وجہ بیان کیجئے۔

مقلّد۔ المراد بالمجتهدین جمیع المجتهدین الکائنین فی عصر من الاعصار واحترز به عن اتفاق المقلدین واحترز بقوله صالحین عن اتفاق مجتهدین ذوی هوی او فاسقین (حاشیه نور الانوار) وقید بالمجتهدین اذ لا عبرة باتفاق العوام وعرف بلام الاستغراق احترازا عن اتفاق بعض

مجتہد ی عصر (تلویح) واھل الاجماع من کان مجتھداً صلحاً لما یستغنی عن الرای (نور الانوار) اسی سے معلوم ہوا کہ تمام اُن مجتہدین کا اتفاق ضرور ہے جو کہ نیک ہوں اور صلاحیت راے دینے کی رکھتے ہوں اور فاسق اور بدعتی نہ ہوں۔

غیر مقلد۔ اب آپ ہی انصاف فرمائیے کہ بعد ائمہ اربعہ کے کتنے مجتہدین صالحین کا اجماع تقلید کے وجوب پر ہوا ہے اول تو تقلید کی بدولت کسی پر مجتہد کا اطلاق آپ کر ہی نہیں سکتے دوسرے جو مجتہد ہوئے ہیں وہ تقلید کے عدم وجوب کے معتقد رہے ہیں خیر اب یہ فرمائیے کہ اجتہاد کی تعریف کیا ہے اور مجتہد ہونے کے لئے کیا شرط ہے۔

مقلد۔ والاجتہاد ھو فی اللغۃ تحمل الجھد الی المشقۃ وفی الاصطلاح استفراغ الفقیہ الوسع لتحصیل ظن بحکم شرعی ومعنی استفراغ الوسع بذل تمام الطاقۃ بحیث یحس من نفسہ العجز عن المزید علیہ وشرط الاجتہاد ان یعلم العلم بامور ثلثۃ الاول الکتاب والمراد بالکتاب قدر ما یتعلق بمعرفۃ الاحکام الثانی السنۃ قدر ما یتعلق بالاحکام و وجوہ القیاس بشرائطھا واقسامھا واحکامھا (تلویح) پس جو شخص کتاب اور سنت کو جسقدر کہ متعلق احکام کے ہو اور وجوہ قیاس کو جانے وہ مجتہد ہے۔

غیر مقلد۔ اگر کسی بات پر ایک زمانے کے مجتہدین نے اجماع کیا ہو اور دوسرے زمانے کے مجتہدین کا اجماع برخلاف اُس کے ہو تو دوسرا

اجماع بھی واجب الاتباع ہے یا نہیں۔

مقلد- قیل یشترط للاجماع اللاحق عدم الاختلاف السّابق عند ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ ولیس کذلک فی الصحیح بل الصحیح انہ ینعقد عندہٗ اجماع متاخر ویرتفع الخلاف السابق من الاجماع اللاحق (نور الانوار) قولہ انہ ینعقد عندہ ای عند الامام الاعظم اجماع متاخر اذ المعتبر انما ھو اتفاق مجتہدی العصر سواء تقدم الخلاف اولا والدلائل الدالۃ علی حجۃ الاجماع لیست بعقیدۃ لعدم الاختلاف السّابق قولہ ویرتفع الخلاف السّابق لان دلیل السّابقین المخالفین لم یبق دلیلاً یعتد بہ بعد ما انعقد الاجماع علی خلافہ کما اذا انزل نص بعد العمل بالقیاس (حاشیہ نور الانوار) یعنی دوسرا اجماع خلاف اجماع سابق کے جائز ہے اور پہلا اجماع مرتفع ہو کر دوسرے اجماع کا اتباع واجب ہے اسلئے کہ دوسرے اجماع نے پہلے اجماع کو ایسا باطل کر دیا جس طرح کہ نص کے مل جانے سے قیاس کا حکم باطل ہو جاتا ہے۔

غیر مقلد- حضرت نسخ میں اور اس میں کچھ فرق ہے ولا نسخ بعد انقطاع الوحی۔

مقلد- اجیب بجوازہ فیما یثبت بالاجتہاد علی معنی انہ لما انتھٰی ذٰلک الحکم فانتھاء المصلحۃ وفق اللہ المجتہدین للاتفاق علی القول الاخر ورفع الخلاف ان لم یعم فوامدۃ الحکم وتبدل المصلحۃ

(تلویح) کہ ایسا نسخ ان معنی کر کے جائز ہے کہ وہ حکم بہ سبب نہ رہنے مصلحت کے تمام ہو گیا تب خدا نے دوسرے زمانے کے مجتہدین کو دوسرے قول پر متفق کر دیا گو وہ مدت حکم کی اور مصلحت کی تبدیل کے سر سے واقف نہ ہوں لیکن الامۃ اذا اختلفوا فی مسئلۃ فی ای عصر کان علی اقوال کان اجماعاً منہم علی ان ما عداھا باطل ولا یجوز لاحد بعدھم احداث قول اٰخر وقیل ھذا فی الصحابۃ خاصۃ وھذا یسمی اجماعاً (نور الانوار) پس جب کسی مسئلے میں کسی زمانے کے لوگوں میں اختلاف ہو چکا ہو تو اُن قولوں کے سوا تیسرا قول باطل ہے اور پھر بعد اُن کے آنے والے لوگوں کو نئی بات کا نکالنا جائز نہیں ہے اور بعضوں نے یہ کہا ہے کہ یہ مخصوص ساتھ صحابہ کے ہے۔

غیر مقلد۔ اس اصول کے قائم کرنے سے غرض حضرات فقہا کی یہی ہے کہ انحصار مذاہب کا انہیں چار میں ہو جاوے لیکن اگر اختلاف سے مراد ایک ہی زمانہ کا اختلاف ہے تو وہ ان مذاہب میں بھی موجود ہے کہ امام مالک اور امام ابو حنیفہ دونوں ہمعصر تھے اور باہم مخالف اور اگر ایک زمانے کے اختلاف کی خصوصیت نہیں ہے پس کیونکر ہمارا اختلاف معتبر نہ ہو گا جس طرح کہ امام شافعی اور احمد بن حنبل کا اختلاف معتبر ہوا۔ اور موافق اصول ما عداہا باطل کے باطل نہ ٹھیرا۔

مقلد۔ الجواب عنہ صعب (نور الانوار) بیشک یہ ذرا مشکل بات ہے۔

الا ان یقال لا اختلاف المعتبر ھو الذی فی زمان واحد والشافعیؒ وغیرہ اذا قالوا قولا انما یقولان اذا جری بہ رای ابی یوسفؒ ومحمدؒ مع ابی حنیفۃ او کان اختلاف بین الصحابۃ فاخذ ابو حنیفۃ رحمہ اللہ بقول صحابی ومالکؒ والشافعیؒ بقول صحابی الخ (تفسیر احمدی) پس اختلاف معتبر وہی ہے جو ایک زمانہ میں ہوا اور اس سے مذہب شافعی وغیرہ کا باطل نہیں ہوتا اس لئے کہ جو کچھ اُنہوں نے اختلاف کیا ہے یا تو وہی ہے جس میں پہلے سے امام ابو حنیفہ کے شاگرد اُن سے مخالف تھے یا وہ اختلاف صحابہ میں پہلے ہی ہو چکا تھا۔

غیر مقلد۔ خدا کے لئے انصاف کرو کہ یہ کیسی بارد دلیل ہے اور اُس کا بیان کرنا عقلا کی شان سے کیسا بعید ہے کہ ایک زمانے کا اجماع دوسرے زمانے کے اجماع کو منسوخ کر دے اور وہ لطف الٰہی سمجھا جائے اور ایک زمانے کے دو مختلف قولوں کے بعد دوسرے زمانے میں تیسرے قول کا نکالنا ہی جائز نہ ہو بلکہ باطل ٹھیرے۔

مقلد۔ کیا آپ اجماع کے منکر ہیں۔

غیر مقلد۔ اجماع کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ مستند اُس کا کتاب و سنت ہو دوسرے یہ کہ فقط علما اور فقہا کا اتفاق ہی اتفاق ہو خواہ کسی ضرورت سے خواہ کسی مصلحت سے پہلی صورت کا اجماع واجب الاتباع ہے اور درحقیقت وہ کتاب وسنت کا اتباع ہے اور دوسری قسم کا اتباع نہایت ہی بُرا ہے۔

مقلد- ہماری غرض بھی اجماع سے پہلا ہی اجماع ہے لیکن یہ ضرور نہیں ہے کہ ہم ہر اجماع کی نسبت ثابت کر سکیں کہ مستند اُس کا کتاب و سنت ہے مگر چونکہ بے ایسے استناد کے علما کا اجماع کرنا محال ہے اسلئے ہر اجماع کو پہلی ہی قسم کا اجماع سمجھنا چاہیئے۔

غیر مقلد- یہی آپ کی غلطی ہے۔

مقلد- دلیل اس غلطی کی بیان کیجئے۔

غیر مقلد- سنیئے خدا فرماتا ہے کہ اذا قیل لھم اٰمنوا بما انزل اللہ قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ اباءنا کہ جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ تو وہ یہی کہتے ہیں کہ ہم اُسی کی پیروی کرتے ہیں جو ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا پس وہ بھی اپنے بزرگوں کے اجماع کو ایسے ہی خیال سے واجب الاتباع جانتے تھے۔

دوسری آیت میں خدا فرماتا ہے کہ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ - کہ یہودیوں وعیسائیوں نے اپنے احبار اور رہبانوں کو اپنا رب ٹھیرالیا ہے حالانکہ نہ کوئی یہودی نہ کوئی عیسائی کسی رہبان کو رب کہتا تھا بلکہ اُن کی نسبت ایسا خوش عقیدہ رکھتے تھے کہ جو وہ حلال کہہ دیتے تو اُس کو حلال جانتے جو وہ حرام کہہ دیتے اُس کو حرام سمجھتے[1]۔

اگر خدا کی کتاب پر اطمینان نہ ہو تو فقہا اور علما کے اقوال سنئے۔

---

[1] دیکھو ترمذی شریف۔

قال الشعبی ماحدثوک ھٰؤلاء عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فخذ بہ وماقالوہ برائہم فالقہ فی الحشیش (ازالۃ الخفا) کہ جو لوگ پیغمبر خدا کی طرف سے کہیں تو اُسے لے لو اور جو اپنی راے سے کہیں اُسے پاخانے میں ڈال دو۔

عن عبداللہ ابن عباس وعطاءٌ ومجاھد ومالک بن انس رضی اللہ عنہم انہم کانوا یقولون مامن احد الا وھو ماخوذ من کلامہ و مردود علیہ الا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
عبداللہ ابن عباس اور عطا اور مجاہد اور مالک ابن انس ان سب کا یہ قول تھا کہ کوئی شخص نہیں ہے مگر اس کا کلام لیا جاسکتا ہے اور ترک بھی ہو سکتا ہے سواے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے۔

قال بعض السلف ماجاء نا عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قبلناہ علی الراس والعین وماجاء نا عن الصحابۃ رضی اللہ عنہم فناخذ منہ ونترک وماجاء نا عن التابعین فہم رجال ونحن رجال کہ جو کچھ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے وہ تو ہمارے سر پر اور ہماری آنکھوں پر اور جو کچھ صحابہ نے کہا اور کیا ہے اُس سے ہم لیتے بھی ہیں اور چھوڑتے بھی ہیں اور جو کچھ تابعین نے کہا اور کیا ہے تو وہ بھی آدمی تھے اور ہم بھی آدمی ہیں ومنہا ان یکون اعتمادہ فی علومہ علی بصیرۃ وادراکہ لصفاء قلبہ لاعلی الصحف والکتب ولا علی تقلید ما یسمعہ من غیرہ وانما المقلد صاحب الشرع صلوات اللہ

علیہ وسلم بہ ومن انکشف عن قلبہ الغطاء واستنار بنور الھدایۃ صار فی نفسہ متبوعًا مقلدا فلا ینبغی ان یقلد غیرہ

کہ عالم کی صفات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے علوم میں اپنی بصیرت اور ادراک پر زیادہ بھروسہ کرے نہ صحیفوں اور کتابوں پر اور نہ دوسرے کی تقلید پر کیونکہ وہ شخص جس کی تقلید ضرور ہے صرف صاحب شریعت ہے پس جو شخص نور ہدایت سے اپنے دل کو روشن کریگا وہ خود متبوع ہوگا نہ کہ مقلّد تو کیونکر دوسروں کی تقلید کرنا زیبا ہوگا۔

ومنھا ان یکون شدید التوقی من محدثات الامور وان اتفق علیہ الجمھور فلا یغرنہ اطباق الخلق علی ما احدث بعد الصحابۃ رضی اللہ عنھم (احیاء العلوم) یعنی ہمیشہ محدثات امور سے بچتا رہے گو سب کے سب اُس پر متفق ہوں اور ہرگز اجماع خلائق پر بعد صحابہ کے فریفتہ نہ ہو اس لئے کہ یہ بڑا دھوکا ہے فان الناس راؤا ایا فیما ھم فیہ لمیل طباعھم الیہ ولم تسمح نفوسھم بالاعتراف بان ذالک سبب الحرمان من الجنۃ فادعوا انہ لا سبیل الی الجنۃ سواہ غرض کہ یہ اقوال اور مثل اس کے ہزار قول اور ہیں جن سے بُرائی اُس اجماع کی ثابت ہوتی ہے جس کا مستند کتاب وسنت نہو

مقلد۔ وجوب تقلید پر جو اجماع ہے وہ پہلی ہی قسم کا ہے کہ اُسکا مستند کتاب وسنت ہے۔

غیر مقلد۔ یہ آپ کی غلطی ہے تقلید پر جو اجماع ہے وہ اجماع نہیں

ہے جس کا مستند کتاب وسنت ہو۔

مقلد۔ اس کو ثابت کیجئے۔

غیر مقلد۔ سُنئے اجماع کو جو اہل اصول نے مثل کتاب وسنت کے شرعی حجّت قرار دیا ہے اُس پر غور کرنا ضرور ہے کہ سبب اس کا کیا ہے پس اگر یہ کہا جاوے کہ فقط امت کا جمع ہو جانا اور سب لوگوں کا ایک بات پر اتفاق کر لینا ہی حجت شرعی مثل قرآن وحدیث کے ہے تو عقل سلیم اُس کو قبول نہ کریگی کہ اُن لوگوں کی راے جو کہ غیر معصوم ہیں صرف اتفاق کے سبب سے ایک معصوم کے قول یا خدا کے کلام کی نہ صرف برابر ہووے بلکہ اس کو منسوخ کر دے جیساکہ صاحب دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب اپنی کتاب کی دراست ثامنہ میں لکھتے ہیں ان نفس الاجماع عبارۃ عن اٰراء مجتمعۃ من علماء عصر واحد واٰراء الرجال لیست من نسخ کلام المعصوم فی شیئ ولیس فی نفس اجماع الامۃ بمجردۃ عنایٰ ما یوجب القطع یعنی اجماع عبارت ہے کسی زمانہ کے علماء کی رایوں کے جمع ہونے سے اور آدمیوں کی رایوں کو ایسی قوت نہیں ہو سکتی کہ وہ کسی بات کو معصوم کی منسوخ کردے۔ پس میرے نزدیک فقط امت کا اجماع دلائل ناطقہ میں سے نہیں ہے پس جب اس قسم کا اجماع یعنی فقط اتفاق کر لینا ہی لوگوں کا قابل حجت نہ ٹھیرا تو ضرور ہوا کہ اُس اجماع کی کوئی سند کتاب وسنت سے ہووے یعنی کسی آیت یا کسی حدیث

کے سبب سے اس اجماع کا ہونا پایا جاوے پس ایسے حال میں در حقیقت کتاب وسنت حجت شرعی ٹھیرے نہ نفس اجماع بلکہ اجماع صرف اُس کے مطلب اور مراد کا ظاہر کرنے والا ٹھیرا اور چونکہ ثبوت اجماع کے لئے ضرور ہے کہ تمام حافظان حدیث اور مشائخ اور مجتہدین زمانے کے اُس میں داخل ہوں اور اُن سب کا اتفاق ہو تو ایسی حالت میں اُمت محمدی کا ضلالت پر اجماع کرنا محال ہے اس لئے کہ قطع نظر نقل کے عقل سلیم بھی قبول نہیں کرتی کہ سارے علما اور فقہا اور محدث ایسی بات پر اجماع کریں جو کہ کتاب وسنت کے مخالف ہو لیکن ایسا اجماع جس کا مستند کتاب وسنت ہو اور جس میں تمام محدثین اور فقہا داخل ہوں نسبت تقلید کے نہیں ہے کہ اُس کو ہم ثابت کرتے ہیں چند دلیلوں سے۔

اولاً۔ خدا کی کتاب سے پہلی آیت اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونه اولیاء۔

ؔ اجماع کے معنی اتفاقیہ جمع ہو جانا لوگوں کا کسی بات پر نہیں ہے یعنی اگر کوئی بات ایسی ہو کہ اُس کو سب لوگ بغیر غور و فکر کے کہتے یا کرتے چلے آئے ہوں تو اس پر اطلاق اجماع کا نہیں ہو سکتا بلکہ اجماع کے لئے ضرور ہے کہ اُس پر بحث و تکرار ہوئی ہو اور دلائل موافق و مخالف بحث میں آئے ہوں اور بعد تمام مباحثے کے کسی امر پر اجماع ہو گیا ہو پس اگر بعد اُس اجماع کے کوئی ایسی دلیل مخالف برآمد ہو جو اُس اجماع میں مباحثے میں نہیں آئی تھی تو وہ اجماع حجت نہیں رہتا۔

دوسری آیت فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه اولئک الذین ھداھم اللہ واولئک ھم اولوالالباب

تیسری آیت فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر۔

ابن حزم جس کے کلام کو شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں نقل کیا ہے یہی آیتیں حرمت تقلید کے ثبوت میں بیان کرتا ہے حیث قال التقلید حرام ولا یحل لاحد ان یاخذ قول احد غیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا برھان کہ تقلید حرام ہے اور کسی کو جائز نہیں ہے کہ کسی کے قول کو سوائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر دلیل کے قبول کرے اور ابن حزم ان روایتوں کو نقل کرکے یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ فلم یبح اللہ تعالیٰ الرد عند التنازع الی احد دون القرآن والسنۃ وحرم بذٰلک الرد عند التنازع الی قول قائل لانہ غیر القرآن والسنۃ یعنی نہیں مباح کیا ہے اللہ تعالےٰ نے رجوع کرنا وقت تنازع کے کسی کی طرف سوائے قرآن اور حدیث کے اور حرام کردیا ہے اس سے رجوع کرنا کسی کہنے والے کی بات پر اس لئے کہ وہ قرآن اور سنت نہیں ہے۔

ثانیاً۔ احادیث نبوی باب الاعتصام بالکتاب والسنت احادیث صحاح کے ملاحظے سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا علیہ التحیت والثنا نے ہمیشہ تاکید اپنی اور اپنے اصحاب کی پیروی کی اور نئی باتوں سے بچنے

اور اپنی احادیث پر تمسک کرنے کی کی ہے اور تقلید سے سوائے اپنے اپنے امام کے اقوال کی تبعیت کے کوئی نہ حدیث پر عمل کرنے کا مجاز ہے، نہ اقوال، و اعمال صحابہ پر تمسک کر سکتا ہے۔

ثالثاً- اقوال صحابہ و تابعین و تبع تابعین عن ابن عباس اما تخافون ان تعذبوا و یخسف بکم ان تقولوا قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وقال فلان کہ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ کیا تم عذاب نازل ہونے سے نہیں ڈرتے ہو جو یہ کہتے ہو کہ یہ پیغمبر خدا نے فرمایا اور فلاں شخص نے یوں کہا ہے یعنی پیغمبر صاحب کے قول کے بعد دوسرے کے قول کو دیکھتے ہو قال بن عمر لجابر بن زید انک من فقہاء البصرۃ فلا تفت الا بقرآن ناطق او سنۃ ماضیۃ فانک ان فعلت غیر ذٰلک ھلکت و اھلکت کہ حضرت ابن عمر نے جابر ابن زید سے کہا کہ تم بصرے کے فقیہوں میں سے ہو اس لئے تم فتوےٰ نہ دینا بجز قرآن ناطق اور حدیث صریح کے ورنہ خود ہلاک ہو گے اور اوروں کو ہلاک کرو گے۔

اخرج الترمذی عن ابی السائب قال کنا عند وکیع فقال الرجل ممن ینظر فی الرای اشعر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و یقول ابو حنیفۃ ھو مثلۃ فقال الرجل فانہ قد روی عن ابراھیم النخعی انہ قال الاشعار مثلۃ قال رایت وکیعا غضب غضباً شدیداً وقال اقول قال رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلّم وتقول قال ابراھیم ما احقك بان تحبس ثم لا تخرج حتے تنزع عن قولك ہذا ترمذی نے ابی سائب سے روایت کی ہے کہ میں وکیع کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اُنہوں نے ایک آدمی سے جو کہ صاحب الرائے تھا کہا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار کیا ہے اور ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ وہ مثلہ ہے تو اُس آدمی نے کہا کہ ابراہیم نخعی سے ایسی ہی روایت پہنچی ہے یہ سنکر وکیع کو نہائت غصہ آیا اور کہنے لگے کہ میں تو کہتا ہوں کہ فرمایا ہے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اور تو کہتا ہے کہ کہا ہے ابراہیم نخعی نے پس تیری یہی سزا ہے کہ تو قید کیا جائے اور جب تک اپنے اس قول سے نہ پھرے تب تک جیلخانہ میں رہے۔

حدیث عبادۃ بن الصامت الانصاری النقیب صاحب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم انہ غزا مع معاویۃ ارض الروم الی قولہ فقال عبادۃ احدثك عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وتحدثنی عن رائك ان اخرجنی اللہ سبحانہ لا اساکنك بارض لك علے فیہا امرۃ +

.... (ور اساۃ) عبادۃ بن الصامت نے امیر معاویہ سے کہا کہ یہ لوگ چاندی کے ٹکڑوں کو درہم سے اور سونے کے ٹکڑوں کو دینار سے فروخت کرتے ہیں یہ سود ہے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تباعوا الذھب بالذھب الا مثلاً بمثل

امیر معاویہ نے کہا کہ میں اُس کو ربا نہیں جانتا تو وہ غصہ ہوئے اور کہنے لگے کہ میں تو پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کا قول بیان کرتا ہوں اور تم اپنی رائے بیان کرتے ہو اگر خدا نے مجھے اس جگہ سے نکالا تو کبھی میں وہاں نہ رہونگا جہاں تم امیر ہو۔

قال الهروی ورویناعن محمد الکوفی وکان من اسلام بمکان قال رأیت الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ بمسئلۃ یفتی الناس الی قولہ فقال لشافعی رحمۃ اللہ علیہ ما احوجنی یا اسحاق ان یکون غیرك فی موضعك فکنت امرہ لغیرك اذنیہ اقول قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وانت تقول عطاء وطاؤس وابراھیم والحسن وھل لاحد مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حجۃ کہ ایک جگہ امام شافعی اور امام احمد اور اسحاق بن راہویہ جمع تھے ایک مسئلے پر امام شافعی نے حدیث نقل کی اسحاق بن راہویہ نے بمقابل اُس کے حسن اور ابراہیم اور عطاء او طاؤس کی رائے اور قول کو مخالف اُس کے نقل کیا امام شافعی غصہ ہوئے اور کہا کہ اے اسحاق افسوس ہے بجائے تیرے دوسرا آدمی نہ ہوا۔ اور نہ میں اُس کی گوشمالی کرتا کہ میں تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نقل کرتا ہوں اور تم عطا اور طاؤس اور ابراہیم اور حسن کے قول کو نقل کرتے ہو کسی کو پیغمبر خدا کے ساتھ کچھ حجت نہیں ہے۔

قال محیی السنۃ وجاء رجال الی مالك فسئلہ عن مسئلۃ

فقال له قال رسول الله صلے الله علیه وسلم کذا وکذا فقال الرجل ما رایك فقال مالك فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان یصیبهم فتنة او یصیبهم عذاب الیم الا قوله ان التعذیر الوارد علی مثل اسحاق رحمة الله علیه مع جلالة قدرہ من الشافعی رحمة الله علیه لم یکن فی ازید من التفوہ بقول الفقیه فی مقابلة الحدیث کہ ایک شخص نے امام مالک سے آکر ایک مسئلہ پوچھا اُنھوں نے کچھ جواب دیا کہ ایسا ایسا فرمایا ہے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص نے کہا پھر تم کیا کہتے ہو امام مالک خفا ہوئے اور کہا کہ تو نے قدر پیغمبر خدا کی نہ جانی اب تو سوچ کہ اسحق بن راہویہ سے جلیل القدر امام کو امام شافعی نے صرف اسی سبب سے قابل تعزیر جانا کہ اُنھوں نے مقابلہ میں حدیث کے فقیہ کے قول کو نقل کیا تھا پس اس قول سے امام مالک نے اس شخص کو ڈرایا جو کہ بمقابلہ حدیث کے دوسری راے دریافت کرے۔

قیل للشعبی الا تحضر المسجد فقال لقد ابغض الی ھؤلاء ھذا المسجد حتی صار ابغض الی من کناسة داری فقیل له من ھؤلاء یا ابا عمر فقال اصحاب الرای کہ شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے کہا کہ آپ مسجد میں نہیں آیا کرتے اُنھوں نے جواب دیا کہ لوگوں نے مجھے مسجد کا ایسا دشمن کر دیا ہے کہ میں اُس کو اپنے گھر کی بُری سی بُری جگہ سے بھی زیادہ بُرا جانتا ہوں لوگوں نے کہا

کہ وہ کونسے لوگ ہیں تب اُنہوں نے کہا کہ اصحاب رائے۔

قالوا لاحمد مرة لمہ لا تصنع للناس فی الفقه شیئا فقال او لاحد کلام مع الله تعالیٰ ورسوله صلی الله علیه وسلم کہ امام احمد حنبل سے کسی نے کہا کہ آپ فقہ میں کوئی کتاب کیوں نہیں لکھتے جواب دیا کہ خدا اور رسول کے ہوتے ہوئے کسی کو مجال کلام کی نہیں ہے۔

غرضکہ مثل اس کے اور صدہا اقوال صحابہ وتابعین کے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ تقلید کسی کی سوائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ چاہیئے لیکن ہم قطع نظر ان اقوال کے خاص چاروں امام کے اقوال کو نقل کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اُنہوں نے اپنی تقلید کامل کو جائز ہی نہیں رکھا۔

یواقیت وجواہر میں لکھا ہے کہ روی عن ابی حنیفه رح انه کان یقول لا ینبغی لمن لا یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی[1] وکان رضی الله عنه اذا افتی یقول هٰذا رای النعمان ابن ثابت کہ امام ابو حنیفہ فرماتے تھے کہ جو شخص میری دلیلوں کو نہ جانے اُسے سزاوار نہیں ہے کہ میرے کلام پر فتویٰ دے اور خود اُن کا یہ قاعدہ تھا کہ جب وہ کچھ فتویٰ دیتے تو صاف یہ کہہ دیتے کہ یہ رائے نعمان ابن ثابت کی

[1] برخلاف اس کے مقلدین فرماتے ہیں کہ بتحقیق علما فرمودہ اند واجبست اقتدا بقول امام اعظم ہرچند ندانداز کجا گفتہ چنانکہ در فتاوے خیریہ وغیرہ گفتہ۔ لوامع الالہام لدفع الاوہام۔

یعنی میری ہے۔

روی الحاکم والبیھقی عن الشافعی رضی اللہ عنہ انہ کان یقول اذا صح الحدیث فھو مذھبی وفی روایۃ اذا رایتم کلامی یخالف الحدیث فاعملوا بالحدیث واضربوا بکلامی الحائط کہ حاکم اور بیہقی نے امام شافعی سے روایت کی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ اگر حدیث کی صحت ہو جاوے تو وہی مذہب میرا ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ اگر کوئی کلام میرا حدیث کے مخالف ہو تو حدیث پر عمل کرو اور میری بات کو دیوار سے پٹکو۔

وقال یوما للمزنی یا ابراھیم لا تقلدنی فی کل ما اقول وانظر فی ذالک لنفسك فانہ دین کہ امام شافعی اپنے شاگرد مزنی سے کہا کرتے تھے کہ اے ابراہیم میری تقلید نہ کرنا ہر ایک بات جو میں کہتا ہوں بلکہ تو اپنی ذات سے بھی اُس پر نظر کرنا اس لئے کہ یہ دین ہے اسمیں اعتماد اور کسی کے قول پر نہیں چاہیئے۔

وکان رضی اللہ عنہ یقول لا حجۃ فی قول احد دون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وان کثروا لا فی قیاس ولا فی شئی کہ امام شافعی کہا کرتے کہ کسی کا قول کسی کا قیاس اور کوئی چیز کسی امر میں کچھ حجت نہیں ہے سوائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اگرچہ اُس قول اور قیاس پر بہت سے شخص متفق ہوں۔

وکان الامام احمد رضی اللہ عنہ یقول لیس لاحد مع اللہ

ورسولہ کلام کہ امام احمد حنبل فرماتے تھے کہ خدا اور رسول کے ساتھ کسی کو کلام نہیں ہے۔

وقال ایضا الرجل لا تقلدنی ولا تقلدن مالکا ولا الاوزاعی ولا النخعی ولا غیرھم وخذ الاحکام من حیث اخذوا من الکتاب والسنۃ کہ امام احمد حنبل نے ایک شخص سے کہا کہ تو نہ میری تقلید کر اور نہ امام مالک کی نہ اوزاعی کی نہ نخعی کی اور نہ کسی اَور کی بلکہ جہاں سے اُنھوں نے احکام نکالے ہیں یعنی کتاب وسنت سے وہیں سے تو بھی نکال۔

عن ابی یوسف وزفر رحمہ اللہ علیہما انھم قالوا لا یحل لاحد ان یفتی بقولنا مالم یعلم من این قلنا کہ امام ابویوسف اور زفر رحمۃ اللہ علیہما نے کہا ہے کہ حلال نہیں ہے کسی کو یہ کہ فتوے دے ہمارے قول پر جب تک وہ یہ نہ جانے کہ کہاں سے ہم نے کہا ہے۔

پس باوجود ایسی تصریحات کے جو اُن آئمہ اربعہ اور اُنکے خاص شاگردوں نے عدم تقلید پر کی ہیں اگر کوئی تقلید کو واجب اور عمل بالحدیث کو ناجائز کہے وہ حقیقت میں ان اماموں کا مقلد نہیں ہے۔ بلکہ اپنی ہوا وہوس اور رسم ورواج کی پابندی کا۔

غرض کہ ان چند قولوں کے نقل کرنے سے ثابت ہوا کہ نہ[1] صحابہ

---

[1] صحابہ کے زمانے میں تقلید جاری نہ ہونے سے یہ غرض ہے کہ کوئی ایک شخص ان میں سے ایسا نہیں بتایا گیا کہ جس کے سارے اقوال اوروں نے مانے ہوں یا جسکی سب باتوں کو اَوروں نے واجب التعمیل جانا ہو۔

کے زمانہ میں نہ تابعین کے زمانہ میں نہ تبع تابعین کے زمانے میں تقلید جاری ہوئی نہ کسی نے اُن قرون ثلٰثہ میں اُس کو واجب جانا بلکہ جس طرح پر آجکل لوگ عمل کرتے ہیں ایسا عمل کسی کے قول پر بھی نہیں کیا تو باوجود اس کے پھر یہ دعوےٰ کرنا کہ تقلید واجب ہے اور تارک اُس کا گنہگار اور واجب التعزیر حقیقت میں دوسری شریعت قائم کرنا اور نیا دین کھڑا کرنا ہے ونعوذ باللہ منہ -

اگر ہم اُن زمانوں پر بھی خیال نہ کریں اور آیندہ آنے والے زمانوں پر نظر کریں کہ پھر پیچھے تقلید پر اجماع ہو گیا ہو تو وہ بھی ہم نہیں پاتے اس لئے کہ بعد اس کے جتنے لوگ ہوئے وہ یا محدث تھے یا اہل تصوف یا فقہا یا عوام پس اصلی محدث تو ہزاروں میں ایک ہی دو ایسے ہونگے جنہوں نے تقلید کی ہو ورنہ جو لوگ اصل حدیث کے جمع کرنے والے اور اُس کے جاری کرنے والے ہیں وہ تقلید کے نام سے بھاگتے تھے اور اُس کو بدعت جانتے تھے اور جو اہل تصوف تھے اُن کا بھی یہی حال ہے کہ ہمیشہ تقلید سے نفرت کیا کئے اور اُس کی بُرائی بیان کرتے رہے رہ گئے فقہا اور علما اُن میں سے بھی جو محقق تھے وہ غیر مقلد رہے اور جو تحقیق اور اجتہاد کے اعلےٰ درجے پر نہ تھے اُنہوں نے تقلید پر قناعت کی اور عوام تو کالانعام ہیں اُن کا کچھ ذکر نہیں پس حقیقت میں اجماع جس کا نام ہے وہ کسی زمانے میں نسبت وجوب تقلید کے نہیں ہوا ہاں اس میں شک نہیں ہے کہ چوتھی صدی سے اب تک اکثر لوگ

تقلید کے پابند ہو گئے اور روز بروز اُس کی پابندی بڑھ گئی مگر بمقابلہ محدثین اور محققین کے اَور لوگوں کی کثرت کچھ بھی لائق لحاظ کے نہیں ہے ورنہ صرف کثرت پر اگر لحاظ کیا جاوے تو ساری بدعتیں اور تعزیہ پرستی اور قبر پرستی وغیرہ سب اسی اجماع کی دلیل سے عبادت میں داخل ہو جاویں اور اُن کا ترک کرنا خرق اجماع کہلاوے ولم یقل بہ احد اور اجماع کی نسبت اہل اُصول نے بھی یہی کہا ہے کہ اجماع مجتہدین صالحین کا اجماع ہے نہ اجماع مقلدین کا اور مطابق قول مقلدین کے مجتہد بعد ائمہ اربعہ کے کم ہوئے ہیں اور جو مجتہد ہوا ہے وہ مقلد نہیں ہوا پس جسقدر اور علما اور فقہا تقلید کے وجوب کے معتقد ہیں اُن کا اجماع حقیقت میں مطابق اُصول کے اجماع نہیں ہے۔

مقلد۔ آپ کے روبرو جب ہم نے علما فقہا کے اقوال کو تقلید کے وجوب پر پیش کیا تب آپ نے اُن کو تسلیم نہ کیا اور پھر آپ اُنہیں کے اقوال کو اپنے دعوی عدم وجوب تقلید پر پیش کرتے ہیں۔

غیر مقلد۔ درحقیقت ہم تو صرف کتاب و سنت ہی کو دلیل عدم وجوب تقلید کی جانتے ہیں مگر چونکہ آپ اور اس زمانے کے اکثر لوگ عادی اسکے ہو گئے ہیں کہ بغیر حوالہ کتاب اور سند علما کے اقوال کے وہ کسی بات کو نہیں مانتے اس لئے ہم نے آپ کے اور اس زمانے کے لوگوں کے سمجھانے کے لئے اُن کے قولوں کو نقل کیا اور نقل کرنے پر آمادہ ہیں ورنہ ہم اپنی ذات کے لئے اُس کی کچھ ضرورت نہیں سمجھتے ہم کو تو خدا اور رسول کے کلام پر تمسک

ہے اور اُس پر ایسا یقین ہے کہ بالفرض اگر ایک مولوی اور ایک عالم کا قول بھی ہمارے موافق نہ ہوتا تب بھی ہمارے عقیدے میں کچھ خلل نہ آتا اور خدا کی کتاب اور رسول کے اقوال کو چھوڑ کر ہم کسی کی بات پر کان بھی نہ لگاتے علاوہ اس کے ان قولوں کے نقل کرنے سے ہماری غرض یہ ہے کہ جو بار بار آپ کی زبان سے لفظ اجماع کا نکلتا ہے اُس کا بطلان ظاہر ہو جاوے اور ان بڑے بڑے محققین و علما اور آئمہ دین کے اقوال سے آپ کے دعوی وجوب تقلید کا غلط ہونا سب پر کھل جاوے ہم کو سخت حیرت ہوتی ہے کہ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور محدثین اور مجتہدین اور محققین کا تقلید نہ کرنا اور اُس کو بُرا جاننا تو عدم وجوب تقلید کی دلیل نہ ٹھیری اور اُن کا ایک بات پر اتفاق کرنا اجماع نہ کہلاوے اور بعد قرون ثلٰثہ کے جو لوگ آویں اور جن کے مراتب ورع و تقوٰے اور مدارج علم و تحقیق اُن متقدمین کے برابر نہ ہوں اور پھر وہ بھی سب کے سب ایک بات پر متفق نہ ہوں اُن کا تقلید کو جائز کہہ دینا وجوب تقلید پر ایسی دلیل ہو جاوے کہ اُس کا منکر بدعتی اور فاسق اور واجب التعزیر ٹھیرے فاعتبروا یا اولی الالباب ان ھذا لشئ عجاب

مقلد۔ جو لوگ کہ تقلید کا انکار کرتے ہیں وہ تھوڑے ہیں اُنکا قول مرجوع ہے اور جو لوگ اُس کو واجب اور جائز جانتے ہیں وہ بہت ہیں اور سواد اعظم یہی ہے جس جانب بہت لوگ ہوں اس لئے آپ کا استناد چند ہی علماء کے اقوال پر ہے اور ہمارا استناد ہزاروں کے قول پر۔

غیر مقلد۔ یہ دونوں دعوے غلط ہیں اول یہ کہنا کہ واجب العمل وہ قول ہے جس پر بہت لوگ متفق ہوں اور اُس کو سواد اعظم جاننا دوسرے یہ سمجھنا کہ وجوب تقلید کی طرف اکثر لوگ ہیں اور جس طرف بہت لوگ ہوں اُس کی مخالفت اجماع کی مخالفت ہے اول دعوے کی غلطی پر چند قول میں نقل کرتا ہوں کہ بعض مفسرین نے آیت ان تطع اکثر من فی الارض یضلوك کی تفسیر میں کہا ہے کہ فی ھذا دلالة علی انه لا عبرة فی دین اللہ ومعرفة الحق بالقلة والکثرة بجواز ان یکون الحق مع الاقل کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے اس پر کہ کچھ اعتبار نہیں ہے خدا کے دین میں اور حق کے پہچاننے میں قلت اور کثرت پر اس لئے کہ جائز ہے کہ حق وہی ہو جس طرف تھوڑے لوگ ہیں۔

ابن جوزی نے تلبیس ابلیس میں لکھا ہے کہ سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے یوسف ابن اسباط سے کہا کہ اذا بلغك عن احد بالمشرق انه صاحب سنة فابعث الیه بالسلام واذا بلغك عن اخر بالمغرب انه صاحب سنة فابعث الیه بالسلام فقد قل اھل سنة اگر مشرق میں ایک اور مغرب میں دوسرا پابند سنت کا ہو تو اُس کو سلام بھیجو اسلئے کہ سنت پر چلنے والے بہت ہی کم ہیں۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ سواد اعظم وہی ہے جو تابع کتاب یعنی قرآن اور سنت کا ہو وان ماسواھا لا یلتفت الیھم وان امتلاء العالم منھم کہ جو کتاب وسنت کے سوا ہو اُس پر التفات

نہ کرنا چاہیئے اگرچہ اُن سے جہان بھرا ہو اور جماعت کے معنی میں ایک بزرگ نے کہا ہے الجماعۃ دالۃ بجامعۃ اہل الحق وان قلوا کہ جماعت نام ہے اہل حق کے جمع ہونے کا ایک حق بات پر اگرچہ وہ بہت ہی کم ہوں۔

سواد اعظم کے معنی میں ملا علی قاری شرح نخبۃ الفکر میں لکھتے ہیں کہ ان فیھم من الصفات الموجبۃ للقبول ما تقوم مقام العدد الکثیر من غیرھم ولذا سمیۃ مثل ھذا الامام امۃ قال اللہ تعالی ان ابراھیم کان امۃ لانہ یجتمع فیہ من الصفات مالا یوجد متفرقۃ الا فی جماعۃ ولذا قال الشاعر ؎ لیس من اللہ بمستنکر * ان یجمع العالم فی احد * وقد قیل فی حدیث المشھور علیکم بالسّواد الاعظم ای الاورع الاسلم پس جبکہ ایک شخص پر اطلاق اُمت کا خدا کے کلام سے ثابت ہوا اس لئے کہ وہ ایک اُن باتوں کا جامع تھا جو کہ متفرق متفرق گروہوں میں علیحدہ پائی جاتیں اور خدا کا ایک شخص کو بمنزلہ ایک جہان کے بنا دینا عجب نہیں اور سواد اعظم سے مراد زیادہ پرہیزگار سے لی گئی ہو تو پھر کثرت عوام کو کسی مسئلے کی صحت پر دلیل لانا بچوں کو پھسلانا اور عوام کو خوش کرنا ہے دگر ہیچ۔

فاضل روزبہان کتاب ابطال الباطل میں جہاں حدیث لایزال طائفۃ من اُمتی منصورین لایضرھم من خذلھم حتی تقوم الساعۃ کا ذکر کیا ہے لکھتے ہیں فی حاصل الحدیث لایزال طائفۃ قلیلۃ من التی منصورین

بالحجۃ والبرھان۔

پس معلوم ہوا کہ وہ گروہ جو ہمیشہ غالب رہیگا وہ وہی قلیل آدمیوں کا گروہ ہے جو کہ اپنی حجت شرعی سے اوروں پر غالب ہوگا۔ کوئی اُس کو مغلوب نہ کر سکیگا اور یہ گروہ وہی ہے جو کہ تابع کتاب وسنت ہے کہ نہ اُس کے سامنے رسم ورواج کی سند پیش جاتی ہے نہ بدعتیوں کی پوچ اور بیہودہ دلیلیں چل سکتی ہیں نہ علماے دنیا طلب کی چکنی چکنی باتوں کی دُہنیت اثر کرتی ہے نہ توموں کی کثرت اور عوام کی جمعیت اور تبعیت اُس کو روک سکتی ہے خدا کی کتاب اور رسول کی حدیث کے سامنے سب کو مغلوبیت ہو جاتی ہے دیکھنا چاہیئے کہ اس کا مصداق کون ہے وہ فرقہ جو تقلید کرتا ہے یا وہ فرقہ جو تقلید کا تارک ہے دونو کی دلیلوں کو دیکھو اور پھر خدا کی کتاب، رسول کی احادیث سے ملاؤ اور تعصب کی آنکھ تھوڑی دیر بند کر کے انصاف کرو۔

صحیح بخاری کی کتاب الاعتصام بالسنت میں لکھا ہے کہ لا تزال طائفۃ من اُمّتی ظاھرین علی الحق اور ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ ھم اصحاب الحدیث کہ وہ لوگ اصحاب حدیث ہیں۔

تفسیر نیشاپوری میں لکھا ہے کہ اگر مراد اس طائفے سے اہلحدیث نہ ہو تو میں نہیں جانتا کہ پھر کون لوگ اُس سے مراد ہونگے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں احیاء العلوم میں ومنھاان

یکون شدید الترقی من محدثات الامور وان اتفق علیہ الجمہور فلا یغرنہ اطباق الخلق علی ما احدث بعد الصحابۃ۔

غرضکہ کثرت اقوال پر مغرور ہونا یا کثرت اشخاص پر فریفتہ ہونا نہایت ہی نادانی اور خلاف حکم شریعت ہے ہم مسلمانوں کو بجہت اسلام کے امور دین میں صرف یہ دیکھنا چاہیئے کہ کتاب وسنت سے کیا ثابت ہوتا ہے نہ اور کچھ اور اُس کو چھوڑ کر لوگوں کے اقوال پر نظر کرنا اور خدا کے کلام اور رسول کے قول کو اور بندوں کی باتوں سے جانچنا اور اصل کو فرع پر عرض کرنا شان اسلام سے بعید ہے۔

اگر کوئی مشرک یا اہل کتاب سُن پاوے کہ مسلمانوں نے اپنے دین میں سوائے کتاب وسنت کے اور لوگوں کی باتوں پر چلنا جائز رکھا ہے تو وہ اسلام کی بربادی کی نہایت عمدہ فال سمجھے اور اگر یہ خبر پاوے کہ اُنہوں نے اس امر کو واجب سمجھ لیا ہے اور اس کے خلاف سمجھنے والے کو بدعتی یا فاسق یا دشمن اسلام کہتے ہیں تب تو مارے خوشی کے مرہی جاوے اور اسلام کے خاتمے پر شادیانے خوشی کے بجاوے اس لئے کہ اگر خوبی اسلام کی اس کی نظروں میں ہوتی تو اسی سے ہوتی کہ اسلام کے بانی نے کامل توحید کو جاری کیا اور ساری قسم کے شرک کو خفی ہو یا جلی باطل کر دیا اور تمام رسموں اور بنائی ہوئی باتوں کو توڑ دیا اور ادیان سابقہ کی تحریف کرنے والوں کی تحریفات کو واجب الترک والانکار بنایا پس جبکہ اُسی مذہب کے لوگ توحید سے پھر گئے اور

مشرک فی صفتہ النبوۃ ہو گئے اور رسموں کی پابندی اور اپنے بھائی بندوں کی باتوں پر نہ صرف قانع بلکہ متمسک ہو گئے اور اپنے خدا کے کلام پر عمل کرنے کے لئے لوگوں کے فتووں پر نظر کرنے لگے اور اپنے رسول کے قول پر چلنے کے لئے عالموں کے حکم کے پابند ہو گئے کہ جب تک اُن کے مولوی نہ کہہ دیں وہ نہ خدا کی کتاب پر عمل کر سکتے ہیں نہ رسول کی حدیث پر تو پھر ایسی خرابی پر اسلام کی جو کچھ وہ خوشی کریں وہ حق بجانب ہے اور جب وہ اس بات سے واقف ہوں کہ یہ قول اور عمل صرف عوام ہی کا نہیں ہے کہ وہ بمجبوری اُس کے قائل اور اُس پر عامل ہوئے ہوں بلکہ اچھے اچھے پڑھے لکھوں کا جن کا علامہ اور حضرت اور قبلہ اور کعبہ کے سوا کوئی نام نہیں لیتا یہی عقیدہ ہو گیا ہے اور گروہ کا گروہ اُس پر قائل ہو رہا ہے اور دین اسلام کا مدار ہی اُس پر آ گیا ہے تو معلوم نہیں کہ اس شکرانے میں مشرک اپنے بتوں پر کیا کچھ چڑھاویں اور نصاریٰ اپنے حضرت مسیح کی کیا کچھ اپنے حال پر عنایت سمجھیں۔

مقلد۔ خیر یہ زباں درازی چھوڑیئے اور دوسرے دعوے کو اپنے ثابت کیجئے جو آپ نے کہا ہے کہ جس طرف بہت لوگ ہوں اُس سے مخالفت کرنا اجماع کی مخالفت نہیں ہے۔

غیر مقلد۔ سُنیئے ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم بن غالب اُندلسی اپنی کتاب محلی کی کتاب الاشربہ میں نسبت دعوے اجماع کے لکھتا ہے ھذا الا نحی دعوی الاجماع قول فی غایۃ الفساد لانہ یبطل علیھم جمھور اقوالھم

ويلزمهم ان لا يلزموا زكوة الا حيث واجبها الاجماع ولا فريضة حج او صلوة الا حيث صح الاجماع على وجوبها ولا سوء الزنا الا حيث جمعت الامة انه زناء ومن الزم هذا المذهب خرج عن دين الاسلام بلا شك بوجهين احدهما انه مذهب مفترى لم يامر الله تعالى قط بان لا نتبع الا الاجماع ولا قال تعالى به ولا رسوله به وانما امر الله عزوجل باتباع القرآن وسنة النبي واولى الامر باتباع الاجماع ولم يامر الله تعالى قط بان لا يتبع الا الاجماع ولا قال تعالى قط ولا رسوله لا تاخذوا فيما اختلف فيه الا ما اجمع عليه ومن ادعى فقد افترى على الله الكذب فاتى بدين ممنع مبتدع وبالضلال المبين انما قال تعالى تبعوا ما انزل اليكم من ربكم وقال تعالى وما اتكم الرسول فخذوه وما نهكم عنه فانتهوا وقال تعالى فان تنازعتم في شئ فردوه الى الله والرسول ان كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر ولم يقل تعالى فردوه الى الاجماع فمن ترد ما نوزع فيه الى الاجماع لا الى نص القرآن والسنة فقد عصى الله تعالى ورسوله تنزع من الدين ما لم ياذن به الله تعالى واما نحن فنتبع الاجماع فيما صح انهم اجمعوا عليه ولا نخالفه اصلاً ونرد ما نوزع فيه الى القرآن والسنة فناخذ ما فيهما وان لم يجمع على الاخذ به وبهذا امر الله تعالى ورسوله

وعليه اجمع اهل الاسلام وما نعلم احدا قط قال لا الزام
فی شیٔ من الدین الا ما اجمع الناس علیه فقد صاروا
بهذا الاصل متخالفین للاجماع بلاشك والوجه
الثانی انه مذهب یقتضی ان لا یلقب الی القرآن و
السنن اذا وجد الاختلاف فی شیٔ من احکامها
ولیس هذا من دین الاسلام فی شیٔ مع انه فی
اکثر الامر کذب علی انه قول بلا علم وایضا فانهم
لا یلزمون هذا الاصل الفاسد الا فی مسائل قلیلة جدا
وهو یبطل سائر مذاهبهم بیاد علیهم وبالله التوفیق

کہ اجماع کا دعوے کرنا ایک ایسا قول ہے جس کا فساد ظاہر ہے اسلئے
کہ اس سے سارے اقوال باطل ہوتے ہیں اور ایسے دعوی کرنیوالوں
پر لازم آتا ہے کہ وہ نہ زکوۃ کو واجب جانیں نہ حج و نماز کی فرضیت کے
قائل ہوں اور نہ زنا کی برائی پہ اعتقاد رکھیں مگر اسی وجہ سے کہ اُس پر
اجماع ہے اور جو ایسا کرے وہ دین اسلام سے خارج ہے دو وجہ سے
اول یہ کہ بنایا ہوا مذہب ہے نہ خدا نے یہ حکم دیا ہے کہ سوائے اجماع کے
اور کسی کا اتباع نہ کرنا اور نہ رسول نے ایسا فرمایا ہے بلکہ خدا نے تو قرآن
سنت اور اولالامر کے اتباع کا حکم دیا ہے یہ بھی خدا نے نہیں کہا کہ جب
کسی امر میں اختلاف ہو تو وہی بات ماننا جس پر اجماع ہو جو ایسا دعوی
کرے وہ خدا پر تہمت کرتا ہے اور نیا دین بنایا چاہتا ہے اس لئے کہ خدا

نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ جو تمہارے رب نے بھیجا اس کی اتباع کرو اور پھر فرما دیا ہے کہ جو رسول کہے اُسے لو اور جس سے منع کرے اُسے چھوڑ دو اور نیز ارشاد فرماتا ہے کہ اگر کسی بات میں جھگڑا ہو تو خدا اور رسول سے رجوع کرو اس لئے ہم اُس امر میں اجماع کا اتباع کرتے ہیں جس میں ہم کو ثابت ہو کہ سب کے سب اُس پر متفق ہیں اور انکا اجماع کتاب وسنت کے مخالف نہیں ہے اور اگر آپس میں اختلاف ہو تو ہم قرآن وحدیث پر رجوع کرتے ہیں جس کو اُس کے مطابق پاتے ہیں اُس پر عمل کرتے ہیں گو اُس پر اجماع نہ ہو اور بس یہی وہ طریقہ ہے جس کا حکم خدا اور رسول نے دیا ہے دوسرے یہ کہ اجماع کے دعوے سے ثابت ہوتا ہے کہ حالت اختلاف میں ہم کو قرآن وحدیث پر رجوع کرنا نہ چاہیئے بلکہ اجماع پر کہ بہتوں کی رائے کیا ہے تو حقیقت میں یہہ بات دین اسلام کی نہیں ہے ۔

مقلد۔ سبحان اللہ آپ بڑے محقق کا کلام اپنے دعوے کی دلیل میں لائے ۔ ابن حزم تو بدعتی تھا اور اُس کو فقہا نے نکال دیا تھا کہ وہ جنگل میں مرگیا۔

غیر مقلد۔ یہ سچ ہے کہ فقہا نے بدعتی کہہ کر نکال دیا تھا مگر اسی قصور میں کہ اُس نے فقہا کے اقوال کو بالائے طاق رکھ کر خدا کی کتاب اور رسول کی احادیث پر رجوع کی تھی لیکن شکر ہے کہ اُس کے کلام کی تصدیق اور علماء نے بھی کی ہے چنانچہ حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ ولی اللہ صاحب نے

اجماع کی نسبت ایسا ہی کچھ کہا ہے اور ابن حزم کے قول حرمت تقلید کو
کو باطل نہیں گردانا بلکہ اُس کو اور پورا کر دیا ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ
یہ قول ابن حزم کا کہ تقلید حرام ہے اور کسی کو حلال نہیں ہے کہ سوائے
رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر دلیل کے اور کسی کے قول کو لے
اس لئے کہ چند آیتوں میں اللہ جل شانہ نے اپنے ہی اور اپنے رسول
ہی کی تبعیت کا حکم کیا ہے اور تمام صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کا
اول سے آخر تک اسی امر پر اجماع ہے کہ ایک انسان کو اپنے جیسے
دوسرے انسان کے سب اقوال کا لینا منع ہے پس جو شخص سب اقوال
کو امام ابو حنیفہ یا شافعی وغیرہ کے لیتا ہے اور خدا کی کتاب اور رسول
کی سنت پر اعتماد نہیں کرتا وہ مخالف تینوں نیک زمانے کے اجماع کا
ہے اور جو ایسا ہو وہ اُس راہ پر چلتا ہے جو مسلمانوں کی نہیں ہے پس
یہ قول ابن حزم کا بھی پورا نہیں بلکہ ناقص ہے مگر اُس شخص کے حق
میں جو کہ طاقت اجتہاد کی رکھتا ہو اگرچہ ایک ہی مسئلے میں ہو اور ریا اُسکو
صاف ثابت ہو جاوے کہ پیغمبر صاحب نے ایسا فرمایا ہے یا اُس سے
منع کیا ہے اور یہ بھی اس کو معلوم ہو کہ یہ منسوخ نہیں ہے ایسی حالت
میں حدیث سے مخالفت کرنے کا کوئی سبب بجز نفاق خفی یا حماقت
جلی کے نہیں ہے۔

مقلد۔ یہ قول بھی اُس شخص کا ہے جس کو ہم غیر مقلد جانتے ہیں اور
جس کے اقوال کو ہم نہیں مانتے وہ بھی تمہاری ہی طرح سے خلاف طریقہ

اور علما کی تقلید کا تارک تھا۔

غیر مقلد۔ قطع نظر ان کے صدہا اقوال عدم وجوب تقلید پر ہم کو معلوم ہیں کہ بطور نمونے کے چند اقوال ہم آپ کو سناتے ہیں۔

اول قال الشیخ عز الدین عبد السلام ومن العجب العجیب (اصل قول ازالۃ الخفا میں منقول ہے) یعنی سب سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ فقہا مقلدین اپنے امام کے قول کے ماخذ کے ضعیف ہونے سے واقف ہو جاتے ہیں اور کچھ جواب اُس کے ضعف کا نہیں رکھتے اور باایں ہمہ اپنے امام کے قول کی تقلید نہیں چھوڑتے بلکہ بسبب تقلید کے صریح حکم کتاب وسنت کو چھوڑ دیتے ہیں اور ظاہر کتاب وسنت کے ترک کرنے کے حیلے ڈھونڈھتے ہیں اور تاویلات بعید اور باطل قرآن وحدیث میں کرتے ہیں حالانکہ اگلے لوگوں کا یہ قاعدہ تھا کہ بغیر پابندی کسی مذہب کے جس عالم سے چاہتے مسئلہ پوچھ لیتے مگر جب سے کہ یہ مذہب ظاہر ہوئے اور مقلدین میں تعصب آیا تب سے یہ حال ہو گیا ہے کہ اپنے ہی امام کی تقلید کرتے ہیں اور کچھ دلیل و برہان کو نہیں دیکھتے اور اُس کو نبی مرسل کے جانتے ہیں اور جو ایسا کرے وہ حق سے دور ہے۔

دوسرے۔ قال الامام ابو شامہ ینبغی لمن اشتغل بالفقہ ان لا یقتصر علے مذہب امام ویعتقد فی کل مسئلۃ صحۃ ما کان اقرب الی دلالۃ الکتاب والسنۃ المحکمۃ یعنی امام ابو شامہ نے کہا ہے کہ اُس شخص کو جو فقہ میں مشغول ہو چاہیئے کہ کسی ایک امام

کے مذہب پر حصر نہ کرے بلکہ ہر مسئلے میں اُس چیز کی صحت کا معتقد ہو جو قریب تر ہو کتاب وسنت سے۔

تیسرے۔ عبدالوہاب شعراوی میزان میں لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے حرام علی من لم یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی کہ حرام ہے اُس شخص پر جو میری دلیل کو نہ پہچانے یہ کہ فتوٰے دیوے میرے کلام پر اور شیخ تقی الدین نے ابن خزیمہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ لیس لاحد مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم قول اذا صح الخبر عنہ کہ کسی کے قول کو کچھ اعتبار نہیں ہے بمقابل رسول کے قول کے جبکہ صحت حدیث کی ثابت ہو جائے۔

چوتھے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، اذا صح الحدیث فھو مذھبی جو حدیث ثابت ہو جاوے وہی میرا مذہب ہے۔

پانچویں دراساۃ اللبیب میں لکھا ہے وقد صح منہ ایضا انہ قال اترکوا قولی بقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لانہ لم یدع ھو ولا احد غیرہ من المجتھدین الاحاطۃ بکل قول صح من الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فی زمانہ فضلا عما بعد زمانہ یعنی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ میرے قول کو چھوڑ دو جبکہ قول رسول کا پاؤ اس لئے کہ امام موصوف یا کسی اور مجتہد نے یہ دعوٰی نہیں کیا کہ ساری حدیثیں اُن تک پہنچ گئیں۔ اُن کے زمانے میں چہ جائیکہ وہ حدیثیں جو بعد اُن کے زمانہ کے معلوم ہوئیں۔

چھٹے۔ امام شعراوی نے منہج میں لکھا ہے کہ امام شافعی فرماتے ہیں کل شئی خالف امر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سقط ولا یقوم معہ حجۃ ولا قیاس فان اللہ تعالی قد قطع العذر بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم فلیس لاحد مع حجۃ وقال ایضا اذا ثبت الخبر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یحل ترکہ لشئی ابدا یعنی بمقابل قول رسول کے کسی کا کلام حجت نہیں ہے اور بعد ثبوت حدیث کے ترک کرنا حدیث کا جائز نہیں ہے۔

ساتویں۔ امام شعراوی منہج میں امام شافعی کے اقوال میں لکھتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں انظروا فی امر دینکم فان التقلید المحض مذموم وفیہ عمی للبصیرۃ وکان کثیراً ما یذم التقلید ویقول قبیح علی من اعطی شمعۃ یستضیی بہا ان یطفیہا ویمشی فی الظلام کہ اپنے دین میں ہوشیار رہو تقلید محض پر قانع نہ ہوا سلیئے کہ وہ بصیرت کو اندھا کردیتی ہے اور نہایت بری ہے اور امام شافعی اکثر تقلید کی برائی کرتے اور کہتے کہ نہایت قبیح ہے حال اُس شخص کا کہ جسکو خدا شمع روشن عطا کرے تاکہ اُس کی روشنی پاوے اور وہ اُسے بجھاوے اور تاریکی میں چلے۔

آٹھویں کتاب لواقح الانوار القدسیہ میں لکھا ہے کہ ومن شان الفقیہ المحقق ترک التعصب لامامہ اذا علم ضعف دلیلہ وعلم صحۃ دلیل مذھب الغیر لان امامہ لم یقل لہ قلد نی فی

کل ماقلتہ لعلمہ بعدم العصمۃ من الخطاء کہ شان فقیہہ محقق کی یہ ہے کہ وہ تعصب اپنے امام کا چھوڑ دے جبکہ اُس کو اُس کی دلیل کا ضعف معلوم ہوجاوے اس لئے کہ اُس کے امام نے یہ نہیں کہا ہے کہ ہر بات میں جو میں کہتا ہوں میری تقلید کرنا اس لئے کہ وہ خود جانتے تھے کہ ہم خطا سے محفوظ نہیں ہیں۔

نویں۔ شیخ محی الدین عربی فتوحات مکیہ کے باب ۳۲۸ معرفت نسخ شریعت میں لکھتے ہیں ان الشیطان قد مکنہ اللہ تعالیٰ علی حضرت الخیال وجعل لہ سلطانا فیھا فاذا رایٰ الفقیہ یمیل الی ھوی الخ یعنی شیطان کو خدا نے خیال پر تسلط دیا ہے پس جب وہ دیکھتا ہے کہ کوئی فقیہ خواہش کی طرف مائل ہے تو اُس کو بہکاتا ہے اور یہ وسوسہ دیتا ہے کہ یہ روایت خدا کیطرف سے ہے اور یوں سمجھاتا ہے کہ پچھلے نیک لوگ بھی بسبب رائے کے خدا تک پہنچے ہیں اور احکام میں قیاس سے کام لیا ہے اور ایسی ایسی باتیں اُس فقیہ کے دل میں ڈالکر اُس کی خواہشات پوری کرنے کے لئے اُسے ایک حیلہ شرعی بتا دیتا ہے پس وہ فقیہ احادیث نبویہ کو بالائے طاق رکھ دیتا ہے اور اُسکے عدم قبول پر یہ عذر کرتا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی یا اگر صحیح ہے تو کوئی دوسری حدیث معارض اور ناسخ اُس کی نہ ہوتی تو ضرور امام شافعی اُسپر عمل کرتے یا امام ابوحنیفہ اُس پر عامل ہوتے غرضکہ جو فقیہ جس امام کا مقلد ہے وہ ترک حدیث پر ایسے ہی عذر اور حیلے کرتا ہے اور حدیث

پر عمل کرنے والے کو گمراہ جانتا ہے اور جو کچھ ان کے اماموں نے کہہ دیا اُس کی تقلید کو واجب جانتا ہے اگرچہ اُن کے اقوال احادیث کے معارض ہوں لیکن وہ کتاب و سنّت کو چھوڑ کر اپنے ہی اماموں کی طرف رجوع کرتا ہے پس اگر ہم اس سے کہیں کہ امام شافعی صاف کہہ گئے ہیں کہ اگر کوئی حدیث تم کو مخالف میرے قول کے ملے تو میرے قول کو دیوار سے پٹکو اور حدیث پر عمل کرو اس لئے کہ میرا مذہب وہی ہے جو حدیث سے ثابت ہو اور مثل اسی کے امام ابو حنیفہ نے فرمایا ہے اور یہ قول اُنہیں کے مقلدین سے ثابت ہے پس ایسی باتوں کو سُنکر مقلد چُپ ہو جاتے ہیں اور کچھ جواب معقول نہیں دے سکتے اور ایسے مباحثے کا مجھے اکثر اتفاق ہوا غرضکہ خواہشات نفسانی کے سبب سے شریعت محمدی کو فقہا نے منسوخ کر دیا کہ باوجودیکہ احادیث صحیح کتب صحاح میں موجود ہیں اور اُن کے راویوں کے نام بھی مذکور ہیں اور اُن کا جرح و تعدیل بھی منقول ہے اور اُن کی سندیں بلا تبدیل و تغیر کے بھی محفوظ ہیں لیکن باوجود ان سب باتوں کے مقلدین میں سے کوئی اُن پر عمل نہیں کرتا اور اپنے اگلوں کے فتووں ہی پر رجوع کرتے ہیں اور باوجود مخالفت اُن صحاح حدیث کے اپنے فقیہوں کے قول کو ترک نہیں کرتے تو کیا فرق ہے اُن احادیث کے ہونے اور نہ ہونے میں اسلئے کہ جب اُن کا حکم ہی نہ رہا اور مقلدین کے نزدیک اُن پر رجوع کرنا جائز ہی نہ ٹھہرا تو اُن کے نزدیک اُن احادیث کا وجود و عدم برابر ہے

پس اس سے زیادہ نسخ شریعت کا اور کیا ہوگا۔ انتہیٰ

دسویں۔ نقل عن المضمرات ان الخبر فی کونہ حجۃ فوق الاجتہاد فان خالفت الروایت الحدیث الصحیح ترکت فالعمل بالحدیث اولیٰ من الروایۃ جو روایت مخالف حدیث کے ہو وہ چھوڑ دی جاویگی۔

گیارھویں۔ امام شعراوی نے میزان میں لکھا ہے کہ فان قلت ما اصنع بالاحادیث التی صحت بعد موت امامی و لو یاخذ بھا فالجواب ینبغی لك ان نعمل بھا فان امامك لو ظفر بھا وصحت عندہ ربما کان امرك بھا فان الائمۃ کلھم اسریٰ فی ید الشریعۃ ومن فعل ذٰلك فقد حاز الخیر بکلتی یدیہ یعنی اگر تو پوچھے کہ پھر میں کیا کروں بہ نسبت اُن حدیثوں کے جن کی صحت بعد موت میرے امام کے ثابت ہوئی اور میرے امام نے اُن کو نہیں پایا اس کا جواب یہ ہے کہ تجھے چاہیئے کہ تو اُس حدیث پر عمل کرے اس لئے کہ اگر تیرے امام کو یہ حدیث مل جاتی تو ضرور وہ اُسپر عمل کرتے اس لئے کہ سارے امام شریعت کے ہاتھ میں ہیں اور جو ایسا کرے وہ دونوں ہاتھ سے نیکی جمع کریگا۔

بارھویں۔ شاہ ولی اللہ صاحب اپنے وصایا میں لکھتے ہیں در فروع پیروی علمائے محدثین کہ جامع باشند میان فقہ و حدیث کردن و درانجا تفریعات فقیہ بر کتاب و سنت عرض نمودن انچہ موافق باشد در حیز

قبول آوردن والاکالاے بدبریش خاوند دادن اُمت راہیچ وقت از عرض مجتہدات برکتاب وسنت استغنا حاصل نیست وسخن متقشفہ فقہارا کہ قول عالمی رادستاویزساختہ تتبع سنت راترک کردہ اند نہ شنیدن و بآن التفات نہ کردن وقرب خداجستن بدوری ایناں۔

تیرھویں شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں تفسیر میں حدیث من لم یعرف امام زمانہ کے کہ فالمراد ان من لم یعرف امام زمانہ من الکتب ولم یعرف نسخ الکتب السابقۃ ولم یعرف ان کتب ائمۃ المذاہب لیست واجبۃ الاتباع کما یظنہ جملۃ المقلدین من کل مذہب مات میتۃ جاہلیۃ یعنی جو شخص نہ جانے کہ امام زمانے کا قرآن مجید ہے اور نہ جانے اس امر کو کہ کتب سابقہ منسوخ ہو گئی ہیں اور نہ جانے اس بات کو کہ کتابیں مذہب کے اماموں کی واجب الاتباع نہیں ہیں جیساکہ سب مقلدین اپنے اپنے مذہب کے اماموں کی کتابوں کی نسبت گمان کرتے ہیں تو اُس نہ جاننے والے کی موت جاہلیت کی موت ہے۔

چودھویں۔ صاحب لوامع الالہام نے مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب کے ایک اور قول کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے بدانکہ امام ابوحنیفہ گفتہ است کہ حلال نبود کسے راکہ بقول ماتمسک کند تاآنکہ نداند ماخذ آں راازکتاب وسنت واجماع اُمت وقیاس جلی ومجتہدگاہ خطا کند وگاہ بحق رسد چوں خطاے اوظاہر گردد تقلید اودرخطا حرام بود۔

پندرہویں۔ ابن امیر الحاج نے تحبیر شرح تحریر میں لکھا ہے کہ اذا رای لقول المخالف لمذهب امامه دلیلاً صحیحا من الحدیث ولم یجد فی مذهب امامه جوابا قویا عنه ولا معارضا راجحا علیه اذ المکلف مامور باتباع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیما شرعه فلا وجه لمنعه من تقلید من قال بذلک من المجتهدین محافظة علی مذهب التزم تقلید۔

سولھویں صاحب دراسات اللبیب نے لکھا ہے کہ حتی لو ترک مذهب امامه بقول من سهل تتبعا لرخصة لم یکن ملاما اگر کوئی شخص اپنے امام کے مذہب کو ترک کردے اُس کے کہنے پر جو کہ بسبب مباح ہونے کے کسی امر میں آسانی پاوے از روے شریعت کے تو اُس پر کچھ ملامت نہیں ہو سکتی۔

پس اس سے باطل ہوا وہ قول مقلدین کا کہ تقلید کے چھوڑنے سے آدمی آزاد ہو جاتا ہے اور بہت حرام چیزوں کو مباح سمجھتا ہے ایسے کہنے والوں نے درحقیقت شریعت محمدی کو مشکل کر رکھا ہے اور جو آسانی خدا نے اُس میں رکھی ہے اُس پر عمل کرنے کو الحاد تصوّر کیا ہے حالانکہ حضرت ابن عباس سے سنن ابوداؤد میں ایک حدیث منقول ہے کہ عن ابن عباس قال کان اهل الجاهلیة یاکلون اشیاء ویترکون اشیاء تقذرا فبعث اللہ تعالی نبیہ۔ ھلے

اللہ علیہ وسلم وانزل کتابہ واحل حلالہ وحرم حرامہ فما احل فھو حلال وما حرم فھو حرام وما سکت عنہ فھو عفو۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اہل جاہلیت بہت سی چیزیں کھاتے اور بہتوں کو ناپاک سمجھ کر چھوڑ دیتے کہ خدا نے اپنا نبی بھیجا اور اپنی کتاب نازل کی اور حلال کو حلال اور حرام کو حرام بتلایا پس جس کو اُس نے حلال کر دیا وہ حلال ہے اور جس کو اُس نے حرام کر دیا وہ حرام ہے اور جس سے سکوت فرمایا وہ مباح ہے اور معاف۔

سترہویں۔ ابن امیر الحاج شرح تحریر میں لکھتے ہیں کہ۔ فلو التزم مذھبا معینا کابی حنیفۃ والشافعی قیل یلزم وقیل لا یلزم قال الشارح وھو الاصح لان التزامہ غیر ملتزم اذ لا واجب الا ما اوجبہ اللہ تعالیٰ ورسولہ ولم یوجب اللہ تعالیٰ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم علی احد من الناس ان یتمذھب بمذھب رجل من الامۃ فیقلدہ دینہ فی کل ما یاتی وھذا غیرہ۔ کہ ایک مذہب معین کا التزام کرنا واجب نہیں ہے اس لئے کہ واجب وہ ہے جس کو خدا اور رسول نے واجب کیا ہو پس نہ خدا نے نہ رسول نے بندوں پر یہ واجب کیا ہے کہ وہ مذہب کسی آدمی کا اُس کی اُمت میں سے اختیار کریں اور خدا کے دین میں کسی کی ایسی تقلید کریں کہ اُسی کی باتوں کو مانیں۔ اور

دوسروں کو چھوڑ دیں۔

اٹھارہویں۔ ابن عزؒ نے حاشیہ ہدایہ میں لکھا ہے کہ من یتعصب لواحد معین غیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویری ان قولہ ھو الصّواب الذی یجب اتباعہ دون الائمۃ الاٰخرین فھو ضال جاھل ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
کہ جو شخص تعصب کرے کہ ایک ہی معین شخص کی تقلید لازم ہے وہ گمراہ جاہل ہے۔

انیسویں۔ صاحب دراساۃ نے لکھا ہے کہ العمل بدلیل مخالف للحدیث الصحیح حرام علی المقلد کالمجتھد کہ عمل کرنا ایسی دلیل پر جو کہ مخالف ہو حدیث صحیح کے حرام ہے مقلد پر بھی مثل مجتہد کے۔

بیسویں روی الخطیب باسنادہ ان الدارکی من الشافعیۃ کان یستفتی وربما یفتی بغیر مذھب الشافعی وابی حنیفۃ فقیل لہ ھذا یخالف قولیھما فیقول ویلکم حدث فلان عن فلان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھکذا فالاخذ بالحدیث اولی من الاخذ بقولھما اذا خالفاہ
کہ دارکی فقہائے شافعی سے کبھی فتوے مخالف مذہب امام شافعی اور امام ابی حنیفہ کے دیتے تو جب کوئی پوچھتا کہ یہ قول آپ کا مخالف اُن دونوں اماموں کے ہے تو وہ فرماتے کہ جب معلوم ہو گیا کہ یہ قول پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے تو بس اُس کو لینا چاہیئے نہ امام شافعی اور امام

ابوحنیفہ کے قولوں کو جبکہ اُس سے مخالف ہوں۔

اکیسویں۔ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ اذا کان للعامی یسوغ کیف لا یسوغ بہ الاخذ بالحدیث فلو کانت سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یجوز العمل بہا وھذہ من ابطل الباطل وقد اقام اللہ تعالیٰ الحجۃ برسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دون آحاد الامۃ ولا یفرض احتمال خطاء لمن عمل بالحدیث وافتی بہ بعد فہمہ الا اضعاف مضاعفۃ حاصل لمن افتی بتقلید یعنی جبکہ عامی کو مفتی کے قول پر عمل کرنا جائز بلکہ واجب ٹھیرا باوجود احتمال مفتی کی خطا کے تو کیونکر اُس کو جائز نہ ہوگا عمل کرنا حدیث پر پس اگر پیغمبر خدا ہی کی حدیث پر عمل کرنا جائز نہ ہو تو پھر کس پر عمل کرنا جائز ہوگا حالانکہ خدا نے اپنی حجت صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو قرار دیا ہے نہ اور کسی آدمی کو اور یہ سمجھنا کہ عمل بالحدیث میں غلطی کا احتمال ہے باوجود اقرار اس امر کے کہ اُس سے دوچند چہار چند زیادہ غلطیاں مفتی کے قول میں ہوتی ہیں جن کی تقلید واجب سمجھی جاتی ہے بڑی نادانی ہے۔

بائیسویں۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قرأت خلف امام کے استفتا کے جواب میں فرماتے ہیں کہ خواندن سورہ فاتحہ باقتداے امام مقتدی را نزد ابوحنیفہ ممنوع و نزد محمد ہرگاہ کہ امام خفی بخواند جائز بلکہ اولے و نزد شافعی بدوں خواندن فاتحہ عدم جواز صلوٰۃ و نزد فقیر ہم قول شافعی ارجح و اولیٰ چراکہ بملاحظہ حدیث صحیح لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب بطلان

نماز ثابت میشود و قول ابو حنیفہ نیز جا بجا وار دست کہ جائیکہ مذہب صحیح وارد شود و قول من خالفش اُفتد قول مارا ترک باید نمود و بر حدیث عمل باید کرد الیٰ قولہ لہذا لازمست کہ ضم فاتحہ مقتدی تبعیت امام نیز کردہ باشد تا داخل تابعان مفسرین و محدثین خواہد شد و درین معنے از ترک فاتحہ خلاف حدیث صحیح واقع خواہد شد و چہ عجب کہ صحت ایں حدیث با مام ابو حنیفہ نرسیدہ باشد ہرگاہ کہ الحال از صدہا و ہزار ہا مردم علماے محققین مثل امام بخاری و صاحب مسلم وغیر ہم رحمہم اللہ صحت ایں ثابت شد از ترکش ملام و مطعون خواہد شد۔

تئیسویں۔ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب اپنی حالت رویا میں لکھتے ہیں کہ ناگاہ جناب حضرت امیر از جانب قبلہ نمایاں شدند الیٰ قولہ با فقیر ہمکلام شدند فقیر آں وقت را غنیمت دانستہ در چند چیز کہ دراں وقت در ذہن حاضر شدہ عرض نمود جواب باصواب ما فیہ الیٰ قولہ باز عرض نمود کہ از مذاہب فقہا کدام یک مختار و پسند جنابست فرمودند کہ ہیچ پسند ما نیست یا بطور ثابت افراط و تفریط بعمل آوردہ اند یہ اقوال صرف بطور نمونہ کے ہم نے نقل کئے اور مثل اس کے صدہا ہزارہا اقوال ہیں جن سے حدیث پر عمل کرنا واجب نکلتا ہے۔

مقلد۔ آپ کی اس تقریر سے ثابت ہوا کہ حدیث کا ترک کرنا جائز نہیں ہے اور بمقابل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے کا قول لائق سند نہیں پس یہی ہم بھی کہتے ہیں اور ایسا ہی ہمارا عقیدہ ہے ہم بھی امام

کو نبی نہیں جانتے اُن کو معصوم نہیں کہتے بلکہ ہمارا اول عقیدہ مجتہدین کی نسبت یہی ہے المجتهد قد يخطی و قد يصيب کہ مجتہد بھی خطا کرتا ہے اور صواب بھی مگر ہم خوب جانتے ہیں کہ ہمارے مجتہدین اور فقہا نے اپنے ہر ایک قول کو حدیث سے ثابت کیا ہے اور کسی میں مخالفت حدیث کی نہیں کی اور جو قول ظاہر میں مخالف حدیث کے معلوم ہوتے ہیں وہ درحقیقت مخالف نہیں ہیں بلکہ اور احادیث صحیحہ سے اُن کا ثبوت ہوتا ہے اور امام ابو حنیفہ کے پاس صندوق کے صندوق حدیثوں کے تھے پس ہم اسی واسطے اُن کی تقلید کرتے ہیں اور اُن کے اقوال کتاب و سنت سے ثابت ہیں اور مخالف حدیث کے نہیں ہیں۔

غیر مقلد۔ بیشک آپ اپنی زبان سے امام کو نبی نہیں کہتے اور اُنکی معصومیت کا اقرار نہیں کرتے مگر جو برتاؤ تمہارا اُن کے ساتھ ہے اُس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ تم اُن کو معصوم جانتے ہو ورنہ خیال کرو کہ یہہ تمہارا کہنا کہ اُن کا کوئی قول حدیث سے معارض نہیں اور بعد اُن کے بھی کوئی حدیث صحیح نہیں ملی جس سے کسی مسئلے میں اُن کا اجتہاد قابل ترک ہو یہ کیا ایسا قول ہے کہ جس کی غلطی ثابت کرنے کے لئے کسی دلیل کی حاجت ہو اگر چاروں امام کے سب اقوال موافق حدیث کے ہوتے تو کیوں آپس میں اختلاف ہوتا پس یہ اختلاف ہی عمدہ دلیل تمہارے قول کی غلطی کی ہے

لے یہاں اس جواب کو ہم نے مختصر کر دیا اس لئے کہ اس مضمون کے تتمے میں ہم نے نہائت تفصیل کے ساتھ جواب اس امر کا دیا ہے اور بہت سی روایات فقیہ کی مخالفت حدیث سے ثابت کی ہے۔

مقلد۔ تو معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک اماموں نے اپنی اپنی راے سے کام لیا اور خلاف حدیث کے مسئلے اپنے ذہن سے تراش کر بنا لئے اور جو ایسا کرے وہ دشمن اسلام کا ہے تو یہ چاروں امام آپ کے عقیدے کے موافق دشمن اسلام کے ٹھیرے ونعوذ باللہ منہ۔

غیر مقلد۔ ہمارا یہ قول اور عقیدہ اُن پاک اماموں کی نسبت نہیں ہے بلکہ ہم تو اُن کو اس درجے سے بھی بڑھا ہوا جانتے ہیں جس درجے کا تم ان کو سمجھتے ہو اور ہم ان کی پاکی اور نیکی کے معتقد ہیں اور اُن کا ایک بڑا احسان اپنے اوپر جانتے ہیں کہ اُن کی مساعی جمیلہ سے راہ شریعت کی کشادہ ہوئی خدا ے تعالیٰ اُن کے نیک کاموں کا نیک بدلہ دے مگر یہ سمجھتے ہیں کہ جہاں تک اُن کو احادیث پہنچیں اُس پر اُنھوں نے عمل کیا اور جن مسائل میں اُن کو حدیث نہ ملی وہاں اجتہاد کیا اور جہاں تک اُن سے بہ نیک نیتی ہو سکا اپنے آپ کو غلطی سے بچایا مگر معصوم نہ تھے کہ اُن سے غلطی نہ ہوتی علاوہ بریں پیچھے کر کے حدیث مل گئی سو اگر وہ زندہ رہتے تو ضرور اُس مسئلے میں اپنے اجتہاد کو ترک دیتے اور اسی لئے وہ ہمیشہ کہتے رہے کہ حدیث کے ملنے کے بعد ہمارے قول کو نہ ماننا اگر وہ امام اپنی راے کو دخل دیتے اور تم لوگوں کی طرح حدیث پا کر اور اُس کی صحت پر مطلع ہو کر چھوڑ دیتے تو بیشک اُن کی پاکی پر اعتراض ہوتا۔ حقیقت میں تم اُن کے مقلد نہیں ہو ہم اُن کے مقلد ہیں کہ اُن کے قول پر چلتے ہیں کہ وہ صاف فرما گئے ہیں کہ حدیث پر عمل

کرو اور کسی کے قول کو نہ دیکھو لیکن بعد اُن کے جو اَور لوگ ہوئے اور جنھوں نے تقلید میں تعصّب کو دخل دیا اُن کو بیشک ہم اچھا نہیں جانتے اور اُن کی باتوں پر نہیں چلتے گو تمہارے نزدیک وہ محقق ہوں یا علامہ علاوہ اس کے آپ تقلید صرف ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی نہیں کرتے بلکہ اُن کے مقلدین کی تقلید کرتے ہو اس لئے کہ جتنے مسئلے اور احکام فقہ کی کتابوں اور فتاووں میں لکھے ہوئے ہیں یہ بھی تو سب اُنہی اماموں کے نکالے ہوئے نہیں ہیں بلکہ اُن کے بعد اور عالموں اور فقیہوں نے اُن کے اصول پر نکالے ہیں اور تم سب کو مثل مسائل نکالے ہوئے اماموں کے مانتے ہو اس وجہ سے کہ وہ اُن کے اُصول کے پابند ہیں پس اگر تم صرف اُنہیں اماموں کے نکالے ہوئے مسئلوں کی تقلید کرتے تب بھی خیر بلحاظ اُن کی بزرگی اور پاکی کے تم کو نامناسب نہ ہوتا مگر جبکہ سارے مسئلے اُن کے نکالے ہوئے نہیں ہیں تو تعجّب ہے کہ اُنکے اصول کی پابندی سے جو مسئلے پچھلے عالموں نے نکالے ہیں اور جس میں انہوں نے غلطیاں بھی کی ہیں بلکہ خود اپنے اماموں کے اقوال سے بعضے حالات میں بوجہ نافہمی وغیرہ کے مخالفت کی ہو اور اُن کے بعضے فتوے اور مسئلے اماموں کے اصول کے مطابق ہی نہ رہے ہوں مگر با اینہمہ اُن کو تم مانو اور جو کتاب وسنت کو اُصول سمجھ کر اُسکی پابندی سے مسئلے نکالے اور واسطہ در واسطہ کو چھوڑ کر اصل ماخذ سے شرع کے احکام لے اُس کو تم بُرا جانو حقیقت میں یہ ایک نہایت تعجب کی بات ہے۔

مقلد۔ کیا ہمارے پچھلے علما نے دیدہ و دانستہ حدیث کی مخالفت کی ہے۔

غیر مقلد۔ میں کیونکر اپنی زبان سے کہوں مگر میں تمہارے ہی فقہا کے اقوال کو تمثیلاً نقل کرتا ہوں ذرا کان لگا کر سنو اور تقلید کے نتیجوں پر افسوس کرو ملا علی قاری اپنے رسالہ میں جو اشارے کی نسبت لکھا ہے فرماتے ہیں فالجاهل بالاخبار النبویه والاثار المصطفویة الخ[1] کہ جو شخص اخبار نبوی و آثار مصطفوی کو نہیں جانتا جب اُس نے دیکھا کہ بعض تو بسبب مسنون ہونیکے اشارہ تشہد میں کرتے ہیں اور بعض یا جہل یا کسل کے سبب سے نہیں کرتے تو یہ کہنے لگا کہ اُس کا ترک کرنا اولیٰ ہے بعد اُس کے دوسرا شخص ہوا اور اُس نے یہ زیادہ کیا کہ اشارہ کرنا مکروہ ہے مگر کراہت سے مراد اُسکی کراہت تنزیہی ہے پھر تیسرا شخص ہوا اُسنے کہا کہ جو اگلے لوگ کہہ گئے ہیں کہ مکروہ ہے مراد مکروہ سے مکروہ تحریمی ہے اس لئے اُس نے فتویٰ دیا کہ اشارہ کرنا حرام ہے پس خیال کرو کہ بسبب جہالت اور غفلت کے سنت مشہورہ امور منہیہ میں داخل ہو گئی اور فعل

[1] دراساة کے حاشیہ پر یہ اصل عبارت لکھی ہوئی ہے جو چاہے دیکھ لے ہم نے بسبب طول کے چھوڑ دی اور فقط ترجمہ پر قناعت کی۔ [2] مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے بھی اشارے کے جائز ہونے بلکہ مسنون ہونے کی نسبت بہت کچھ فرمایا ہے۔ چنانچہ لوامع الالهام نے ان کے قول کو اس طرح نقل کیا ہے کہ چوں نرسید بعضے را سنت و نہ قول ائمہ منع کردند آن را بقیاس نہ بکتاب و سنت قیاس و اجماع مخالف نص باطل باشد پس خطا کرد و تقلید او در خطا حرام بود الی قولہ و فضل اشارت بسیار ست و دریں مختصر نگنجد وا ے بر کسے کہ ازیں فضل محروم باشد۔

پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کا حرام ٹھیر گیا اور حرام کی تعریف یہی ہے کہ جس کی حرمت بدلیل قطعی وحدیث سے یہ ثابت ہو اور یہ قواعد مقررہ سے ثابت ہے کہ مباح کا حرام کرنا حرام ہے نہ کہ ایسی سنت کا جو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو پس جو علامہ کیدانی نے اُس کی حرمت کا فتوٰی دیا ہے اُس کی بُرائی پر یہی دلیل کافی ہے کہ اُس نے سارے اہلحدیث کی اہانت کی اور بعد اس قول کے ملا علی قاری لکھتے ہیں ولولا حسن الظن بالکیدانی وتاویل کلامہ بسببہ لکان کفرہ صریحًا وارتدادہ صریحًا فھل یحل لمؤمن باللہ تعالی ان یحرم ما ثبت بفعلہ صلے اللہ علیہ وسلم ما کاد نقلہ ان یکون متواترا[۱] اگر علامہ کیدانی کے ساتھ حسن ظن نہ ہوتا اور اُس کے کلام کی تاویل نہ ہوسکتی تو اُس کے کفر وارتداد میں کچھ شک نہ تھا کیا جائز ہے خدا پر ایمان لانے والے کو کہ وہ حرام کروے اُس چیز کو جس کا کرنا ثابت ہوا ہو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے اور جسکی نقل قریب متواتر کے ہوئے[۱]

پس جبکہ تقلید سے یہ نوبت پہنچ گئی ہو اور احادیث نبوی سے ایسے ایسے بڑے فقہا کی بیخبری کا یہ حال ہو تو اُسی کو واجب جاننا اور عمل بالحدیث

---

[۱] بعضے علماے حنفیہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اشارہ کرنا نماز میں خلاف وقار وسکینہ کے ہے مولانا شاہ عبد العزیز صاحب اُس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ہر کہ گوید فعل پیغمبر را کہ ایں خلاف وقار وسکینہ است خصوصًا در نماز باتفاق جمیع مومنین کافر گردد۔

کو بدعت کہنا وہ دین و مذہب ہے جس کو کچھ بھی تعلق اسلام سے نہیں ہے۔

مقلد- ایک دو شخصوں نے اگر ایسی غلطی کی تو اس سے الزام سب پر عاید نہیں ہوتا تقلید کے فائدوں کو دیکھو اور جو آسانی مسائل کے معلوم کرنے کی فقہانے پیدا کی ہے اُس پر انصاف کرو۔

غیر مقلد- آپ کو شاید اپنے مذہب کے علما کے قولوں پر بھی اطلاع نہیں ہے حضرت یہی مسئلہ اشارے کا ایسا ہے کہ جس پر صدہا عالموں نے مخالفت حدیث کی کی ہے اور صرف تقلید کے سبب سے اُسکو مکروہ اور حرام کہا ہے اور اس بیچارے ملا علی قاری کے رسالہ کا جواب لکھا ہے چنانچہ صاحب لوامع الالہام نے رسالہ اُس کے رد میں لکھا ہے وہ ملا علی قاری کے اس قول کی نسبت لکھتے ہیں کہ انچہ علی قاری در جواز ایں فعل منہی اصرار نمودہ سخنہا گفتہ کہ کسے کم گفتہ باشد و ارادہ ابطال مسئلہ اجتہاد و تقلید کردہ ہر آئینہ ایں مجر از فساد اعتقاد ویست پس معلوم ہوا کہ جو شخص ذرا بھی تقلید کو چھوڑے اور حدیث پر عمل کرے وہ فاسد الاعتقاد ہے سبحان اللہ یہ عجیب دین و مذہب ہے کہ جس پر آدمی ایمان لایا ہو اُسکے قول کو ماننا اور اُس پر عمل کرنا دلیل فساد اعتقاد پر ہووے۔

چوبیسویں۔ تقلید کے فائدوں اور خوبیوں کو ہمارے علماء کی کتابوں میں ملاحظہ کرو اور جو کچھ آپ اعتراض کرتے ہیں اُن سب کا جواب دیکھو خصوصاً شرح سفر السعادت اور تفسیر احمدی وغیرہ مطالعہ کرو تب آپ کے سب شبہات دور ہو جاویں گے۔

غیر مقلد۔ ہم نے سب کو دیکھا اور خوب غور کیا پس بعضوں کی تحریر میں تو اُن کی سادگی طبیعت کا اثر پایا اور بعضوں کی تقریر پر مقولہ الحب یستر العقل کا یاد آیا اور اکثروں کی باتوں کو تو صرف تعصب سے بھرا ہوا پایا مگر یہ ہم نہیں کہتے کہ سب علما اور فقہا نے دیدہ و دانستہ حدیث کی مخالفت کی ہے یا معاذ اللہ وہ سب کے سب پابند ہوا و ہوس کے تھے بلکہ ہم اکثر علما کو نیک اور پاک جانتے ہیں اور اُن کی ۔۔ د ل ۔ سے تعظیم اور بزرگی کرتے ہیں لیکن اُن کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ جنھوں نے اپنی نیکی اور پاکی کے ساتھ تحقیق کو بھی دخل دیا اور کتاب و سنت پر تمسک کر کے فقہا سے اختلاف کیا اور اجتہاد کو تقلید سے بہتر جانا اور دوسرے وہ علما ہیں جنھوں نے باوجود نیکی اور پاکی کے صرف تقلید ہی کو اچھا جانا اور کتاب و سنت کو نہ یہ سمجھ کر کہ واجب الاتباع نہیں ہیں بلکہ یہ خیال کر کے کہ جو کچھ اگلے لوگ لکھ گئے ہیں اور استخراج کر گئے ہیں وہ کافی ہے اور مطابق کتاب و سنت کے ہے اور اپنا متمسک نہ بنایا اور نہ تعصب سے بلکہ نیکی اور محبت اور مصلحت سے تقلید ہی کو اچھا جانا پس ان دونوں علما کی نسبت ہم نہ اپنے دل میں کچھ بُرا خیال کرتے ہیں نہ اُن کی شان میں ہم کچھ کہتے ہیں بلکہ ہم اُن کو تم سے بھی بڑھ کر نیک اور پاک جانتے ہیں مگر ایسے علما کو چھوڑ کر بہت سے علما ایسے ہوئے ہیں جنھوں نے تعصب ہی کو دخل دیا اور اپنے علم و فضل کے دکھلانے اور اپنی بات کی پیروی کرنے میں دیدۂ و دانستہ حق کو چھوڑا اور نہ صرف نیکی سے اور نہ فقط محبت

سے اور نہ محض مصلحت کے خیال سے بلکہ اپنی نفسانیت سے کھلی ہوئی حدیثوں کو
پس پشت ڈالا اور تاویلات بعیدہ سے اُن پر خط نسخ کھینچا اور پوچ دلیلوں
سے اپنے اقوال کو ثابت کیا ایسے علما کے اگر حالات اور مثالیں اور نام
لکھے جاویں تو ایک دفتر کا دفتر ہو جائے[1] لیکن یہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ
جو آدمی نیک اچھا ہو اُس کی سب باتیں واجب التسلیم ہوں اسلئے
ہم نے مانا کہ بعضے عالم نیک اور بزرگ تقلید کو اچھا جانتے تھے یا فرض
کیا کہ وہ اُسے واجب سمجھتے تھے مگر ہمارا اس قول کو اُن کے غلط جاننا
اور اُن کی اس رائے کو نادرست سمجھنا اُن کی بزرگی پر الزام لگانا نہیں
ہے یہی غلطی آپ کی سمجھ کی ہے اور اسی سے سب کو مغالطہ ہوتا ہے کہ
جو آدمی نیک اور بزرگ ہے اُس کی سب باتیں ماننے کے لائق ہیں حالانکہ
یہ حق کسی کا نہیں ہے سوائے اس کے جو معصوم ہو اور جس کی نسبت
اللہ جلشانہ نے فرمادیا ہو کہ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی

مقلد۔ نہایت تعجب کی بات ہے کہ آپ علما اور فقہا کے اقوال
ماننے کو بُرا سمجھتے ہیں اور اُن کی باتوں کو خلاف حدیث کے جانتے ہیں
آخر علما کی باتوں کو تو ہم اسی لئے مانتے ہیں کہ وہ خدا اور رسول کی
باتوں کو سمجھتے ہیں اور اس سے واقف ہیں نہ اس وجہ سے ہم اُن کی
باتوں کو مانتے ہیں کہ وہ دیدہ و دانستہ خدا و رسول کے مخالف باتیں
کرتے ہیں اور خدا کے اور اُس کے رسول کی باتوں کو سوائے علما کے کون

[1] دیکھو احیاء العلوم کی کتاب علم اور کتاب غرور کو کہ ایسے علماء کی نسبت کیا لکھا گیا ہے۔

سمجھ سکتا ہے پس جس پر بہت سے علما فقہا جمع ہوں اُسی کو ہم خدا و رسول کے حکم کے موافق سمجھتے ہیں اس لئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے کہ لا یجتمع امتی علے الضلالۃ کہ میری اُمت ضلالت پر جمع نہ ہوگی اور چونکہ آپ علما فقہا کے دشمن ہیں اس لئے ہم آپ کی باتوں کو خلاف خدا ورسول کے سمجھتے ہیں اور علما کی دشمنی کو ہم نشانی ضلالت کی سمجھتے ہیں۔

غیر مقلد ہم اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ ہم تمام ان لوگوں کو جو کہ علما اور فقہا کہلائے جاتے ہیں اور جن کے علم اور مولویت کے آپ معتقد ہیں اپنا پیر و مرشد نہیں جانتے اور اُن کی سب باتوں کو نہیں مانتے مگر یہ غلط ہے کہ ہم علما فقہا سے عداوت رکھتے ہیں اور اُن میں کچھ تمیز نہیں کرتے اور سب کو بُرا سمجھتے ہیں یا اُن کے سارے قولوں کو غلط جانتے ہیں اس لئے ہم چند باتیں آپ سے بیان کرتے ہیں جس سے آپ کے یہ سارے شبہات دور ہو جاویں سب سے پہلے اس امر کو سوچنا چاہیئے کہ علما سے محبت اور عداوت کی کیا وجہ ہے اور اُنکے قولوں کا ماننا نہ ماننا کس اُصول پر مبنی ہے پس اُن کے ساتھ محبت اور عداوت کی وجہ صرف یہی ہے کہ ہم جس معصوم پر ایمان لائے اور جس صاحب شریعت کے دین میں داخل ہوئے اُس سے ہم کو دینی محبت رکھنا فرض اور ایک ضروری ہے پس جو شخص ہم کو ہمارے اُس محبوب تک پہنچاوے اور اُسکی باتیں ہم کو سکھلاوے اُس سے لامحالہ ہم کو محبت ہوگی اور

رسول کا رسول سمجھ کر ہم اُس کے ساتھ خواہ مخواہ محبت رکھینگے پس جن
عالموں کو ہم جانتے ہیں کہ وہ نیک اور پاک تھے یا ہیں اور سچی راہ ہمارے
رسول کی ہم کو اور ساری اُمت کو بتلاتے تھے اور بتلاتے ہیں اور جنکی
ذات سے دین کو بہت سا فائدہ ہوا اُن سے ہم محبت رکھتے ہیں اور
اپنی ساری جان اور دل سے اُنکی تعظیم کرتے ہیں اس لئے کہ علت محبت
کی اُن میں موجود ہے اسی طرح پر جن مولویوں کو ہم جانتے ہیں کہ وہ متعصب
اور جاہل تھے اور جن کے تعصّب اور جہالت سے دین کو نقصان پہنچا اور
جنھوں نے اپنی نفسانیت اور دنیا طلبی یا حماقت اور نادانی سے وہ طریقہ
جاری کیا جس سے ہم اپنے محبوب تک نہ پہنچ سکیں اور بیچ ہی میں بھٹکتے
رہ جاویں تو ضرور ہم اُن سے عداوت رکھتے ہیں اس لئے کہ وجہ محبّت
کی اُن کی ذات سے مفقود اور علت عداوت کی موجود ہے پس فقط عالم
ہونا یا فقیہ ہو جانا کافی نہیں ہے بلکہ اُس کے ساتھ نیک اور پاک اور
متقی اور مصداق لایخافون لومۃ لائم ہونا بھی ضرور ہے پس اگر
ہم اُن لوگوں کے ساتھ محبت رکھیں جو کہ رسم رواج کے پابند تھے یا جن
کے دل کو تعصب نے سیاہ کر دیا تھا یا جن کی آنکھوں پر پردہ جہالت کا
پڑ گیا تھا اور جنھوں نے دیدہ و دانستہ اُمت کو اُس کے پیغمبر سے چھڑانا
چاہا اور اپنی پوچ و لچر باتوں سے لوگوں کو بہکایا تو حقیقت میں یہ دوستی
رکھنا اسلام کیساتھ دشمنی کرنا ہے اگر ہم علما و فقہا کے دشمن ہوتے تو ضرور
چاروں امام اور اُن کے خاص تلامذہ کے دشمن ہوتے حالانکہ ہم ان

کو وارث انبیا سمجھتے ہیں اور علماے ربانی جانتے ہیں اور اپنے سارے دل وجان سے اُن کی تعظیم کرتے ہیں اور اُن کا شکر ادا کرتے ہیں جیسا کہ اُنکے اُن تقلید کرنے والوں کو جنھوں نے حدیث پر عمل کرنے کو ناجائز کردیا اور تقلید کو واجب اور فرض ٹھیرا دیا بُرا اور متعصب جانتے ہیں باقی رہا یہ امر کہ جن علما کو ہم بھی نیک اور پاک جانتے ہیں اُن کی سب باتیں تو کو کیوں نہیں مانتے اُس کا یہ سبب ہے اگر ہم اُن کو معصوم جانتے اور اُن کو صاحب الہام سمجھتے اور ہمارا یہ عقیدہ ہوتا کہ جبرئیل اُن پر نازل ہوتے تھے اور وہ فقہ اور احکام مسائل اُن کو بتلا جاتے تھے تو ضرور ہم اُنکے قول اور فعل ہی کو واجب العمل جانتے مگر جبکہ ہم کسی بڑے سے بڑے مجتہد اور نیک سے نیک عالم اور فقیہ اور امام کے اجتہاد اور امامت پر اعتقاد رکھیں گے تو پہلا کلمہ طیب ہماری زبان سے یہ نکلیگا کہ المجتہد قد یخطی وقد یصیب تو پھر کیونکر ہم اُس کے برخلاف ان کو معصوم جانیں گے اور معصومیت پر اعتقاد رکھنے یا نہ رکھنے کا ثبوت نہ صرف زبان کے اقرار و انکار سے ہوتا ہے بلکہ اُس برتاؤ سے جو ہم اُن کی باتوں کی نسبت کرتے ہیں پس جس نے اُن کی سب باتوں کو مانا اور باوجود غلطی کے یہ سمجھ کر کہ ضرور کچھ نہ کچھ سبب اس کا ہوگا اُسی پر عمل کیا بلاشک اُسنے اُن کو معصوم جانا گو ہزار زبان سے انکار کرے اور جس نے اُن کی باتوں میں اُن باتوں کو نہ مانا جو کہ مخالف حدیث کے ہوئیں اُس نے اپنے دعوے کو پایۂ ثبوت پر پہنچایا۔

میں نہایت حیران ہوں کہ باوجودیکہ مقلدین کا دعوے تو یہ ہے کہ المجتہد قد یخطی و قد یصیب اور پھر عمل یہ ہے کہ امام کے اجتہاد کے برخلاف کرنا کسی کو جائز ہی نہیں ہے اور اُسی کی تقلید واجب ہے۔

اب ہم اس امر پر غور کرتے ہیں کہ ائمہ اربعہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے سچے پیرو ہم ہیں یا اُن کے مقلدین تو ہم بخوبی اپنے سچے دل سے یقین کرتے ہیں کہ سچے پیرو اُن کے ہم ہیں نہ وہ لوگ جو کہ تقلید کا دعوی کرتے ہیں اسلئے کہ پیروی اُن کی وہ جھوٹی محبت نہیں ہے جس سے وہ اُس درجے پر پہنچے ہوئے سمجھے جاویں جس کے وہ مستحق نہیں ہیں بلکہ اصل پیروی اُن کی وہ ہے کہ جو کچھ اُنھوں نے کہا ہو اُس پر عمل کیا جاوے پس اگر کوئی شخص مسلمان ہو کر براہ محبت یہ عقیدہ رکھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خدا تھے ونعوذ باللہ من ذالک تو اُس نے آنحضرت کو اُس درجے سے بڑھا دیا جو کہ خدا نے حضرت کو عنایت فرمایا اس لئے کہ حضرت بندے تھے نہ خدا اسی واسطے آپ نے کلمہ شہادت میں اپنی عبودیت کو داخل کر دیا اور صاف صاف فرما دیا کہ یوں سمجھو اور یوں کہو کہ محمداً عبدہ ورسولہ پس جس نے اُس کے برخلاف کیا وہ دشمن آنحضرت کا ہے نہ پیرو۔ اسی طرح اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ ائمہ اربعہ معصوم تھے تو اُسنے اُن کو اُن کے درجے سے بڑھا دیا اس لئے کہ وہ مجتہد تھے نہ معصوم اسی واسطے اُن اماموں نے صاف فرما دیا کہ ہم مجتہد ہیں نہ معصوم و المجتہد قد یخطی و قد یصیب پس باوجود اُن کے اس کہہ دینے

کے جس نے اُس کے بر خلاف اُن کے سب قولوں کو خطا اور غلطی سے محفوظ جانا وہ اُن کا دشمن ہے پیرو نہیں ہے۔

کوئی خوف آنحضرت کو اس سے زیادہ نہ رہتا تھا کہ لوگ مجھ کو خدا نہ سمجھنے لگیں اسی واسطے بار بار فرماتے تھے کہ انا عبدہ ورسولہ وانما انا بشر مثلکم اور جب کوئی ایسی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتا جس سے شرکت ساتھ خدا کے نکلتی اُسی وقت رنگ چہرے کا متغیر ہو جاتا اور خفا ہو جاتے اور فرماتے کہ جعلتنی للہ نذا جعلتنی للہ ندا خدا کا مجھے شریک بناتا ہے ایسا نہ ہو کہ خدا خفا ہو جاوے کہ تم میری خدائی اور توحید کو پھیلانے گئے تھے یا کہ اپنے آپ کو میرا شریک بنانے کو پس بعینہ ان چاروں اماموں کو بھی کوئی خوف اس سے زیادہ اپنے اجتہاد میں نہ تھا کہ ایسا نہ ہو کہ لوگ اُن کو معصوم جاننے لگیں اور اُن کے قولوں کو بمقابل احادیث کے واجب العمل جانکر حدیث کو چھوڑ دیں اسی واسطے بار بار اُن کی پاک زبانوں سے یہی نکلتا رہا کہ المجتہد قد یخطی و قد یصیب چنانچہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ برابر یہی کہتے رہے کہ لا ینبغی لمن لا یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا تا دم مرگ یہی قول رہا کہ اذا صح الحدیث فھو مذھبی امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ چلا چلا کر یہ کہتے رہے کہ لا تقلدنی ولا تقلدن مالکا اور یہ خوف ان اماموں کا اسی وجہ سے تھا کہ ایسا نہ ہو کہ پیغمبر صاحب ہم سے خفا ہو جاویں کہ تم مجتہد اور امام میری شریعت کے مسائل بتلاتے

کے لئے ہوئے تھے یا کہ اُس کے باطل کرنے اور اپنے مذہب کے جاری کرنے کے لئے تم عالم اور فقیہ میری احادیث کے اوپر عمل کرانے کے لئے ہوئے تھے یا کہ اُس پر عمل کو حرام کرنے کے لئے پس اسی واسطے یہ بزرگ ڈراگئے اور لوگوں کو سمجھاتے رہے مگر جس طرح پہ کہ بعض لوگوں نے پیغمبروں کو باوجود اُن کی فہمائش کے خدا کا شریک کردیا اسی طرح ان مقلدین متعصبین نے اماموں کو باوجود اُن کی تاکید اور ممانعت کے معصوم بنادیا پس اگر وہ فرقہ اپنے پیغمبر کی ایسی جھوٹی محبت سے قابل تعریف کے ہے تو ضرور مقلدین بھی لائق مدح وصفت کے ہیں ورنہ دشمنی کا نام دوستی اور مخالفت کا نام اطاعت رکھا ہے۔

پس جبکہ خاص چاروں امام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے سب اقوال کو نہ ماننا اور اُس کی جانچ خدا اور رسول کے کلام سے کرنا دلیل ایمان اور توحید فی صفۃ النبوۃ کی ہو تو پھر اور علما کا کیا ذکر ہے اسلئے مسلمان کا کام ہے کہ وہ خدا اور رسول کے کلام کو مقدم رکھے جس کے کلام کو اُسکے مطابق پاوے اُسے صحیح جانے ورنہ کالاے بدبریش خاوند اُسکو قبول نہ کرے یہ کام مسلمان کا نہیں ہے کہ اندھا بن جاوے اور اپنی آنکھوں کو قرآن وحدیث سے بند کرلے اور اپنے کانوں تک اُن کی آوازیں نہ آنے دے بلکہ اور لوگوں کے قولوں کو ڈھونڈھتا پھرے کہ زید نے کیا کہا ہے عمرو نے کیا فرمایا ہے اور بغیر ملانے قرآن وحدیث کے بغیر جانچے اُسکے اُن کی باتوں کو مان لے اور نہ صرف ماننا بلکہ اُن کی سب باتوں

پر ایسا یقین کرلے کہ اُس میں غلطی کا احتمال ہی نہیں ہے اور باوجودیکہ خود بھی صریح حدیث سے مخالفت اُن کے قول کی سمجھ لے مگر حدیث میں شبہ کرے لیکن اُن کے قول میں شبہ نہ کرے حدیث کو تو چھوڑ دے مگر اُن کی بات کو نہ چھوڑے پس اگر یہ شرک فی صفۃ النبوۃ نہیں ہے تو کیا ہے بلکہ میرے نزدیک تو شرک فی صفۃ النبوۃ سے بھی بڑھ کر ہے۔ اس لئے کہ اگر نبی کو شریک اپنے امام کا رکھتے تو کبھی حدیث پر بھی عمل کرنا جائز سمجھتے حالانکہ منجملہ لاکھ مسئلوں کے ایک مسئلے میں بھی مخالفت امام کی اور عمل حدیث پر جائز نہیں ہے اور باوجود اس عقیدے اور ایسے برتاؤ کے کیا بھلا معلوم ہوتا ہے جب مقلدین کی زبان سے یہ بات نکلتی ہے کہ ہم کیا اپنے امام کو معصوم جانتے ہیں معلوم نہیں کہ معصوم کے لفظ کے کیا معنی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مقلدین کا یہ کہنا کہ جو لوگ حدیث پر عمل کرتے ہیں وہ دشمن علما اور فقہا کے ہیں صرف ایک دھوکا اور مغالطہ ہے تاکہ عوام کو نفرت پیدا ہو اس لئے کہ یہ تو وہ جانتے ہیں کہ علما انبیا کے وارث ہوتے ہیں اور انہیں سے لوگ ہدایت پاتے ہیں تو جو لوگ اُنکے دشمن ہونگے وہ ضرور دشمن اسلام کے ہونگے حالانکہ ہم تو اُن علما کے خاکپا ہیں جو کہ ورثۃ الانبیا ہیں اور اُن کی زیارت کو بھی عبادت جانتے ہیں مگر اُن لوگوں کو جو کہ نام کے مولوی اور عالم ہیں اور حقیقت میں دین کے خراب کرنے والے اُن کے ہم دشمن ہیں اور ہم کیا ہمارے آخری

امام مہدی بھی ان کے دشمن ہونگے جیسا کہ عارف باللہ شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں لکھا ہے کہ اذا خرج الامام المھدی علیہ السلام فلیس لہ عدو مبین الا الفقہاء خاصۃ فانھم لا یبقی لھم ریاسۃ ولا تمییز عن العامۃ بل لا یبقی لھم علم بحکم الا قلیلا ویرتفع الخلاف من العالم بوجود ھذا الامام ولولا ان السیف بیدہ لافتی الفقہاء بقتلہ ویعتقدون فیہ اذا حکم بغیر مذھبھم انہ علی الضلالۃ فی ذٰلک الحکم لانھم یعتقدون ان اھل الاجتھاد وزمانہ قد انقطع وما بقی مجتھد فی العالم وان اللہ سبحانہ لا یوجد بعد ائمتھم احدا لہ درجۃ الاجتھاد جس وقت امام مہدی علیہ السلام خروج کرینگے کوئی اُن کا ایسا کُھلا ہوا دشمن نہ ہوگا جیسا کہ فقیہ اور مولوی ہونگے اس لئے کہ اُن کی ریاست جاتی رہیگی اور اُن میں اور عوام میں کچھ فرق تمیز نہ رہیگی اور اُن کا حکم باقی نہ رہیگا اور اگر اس امام کے پاس تلوار نہ ہووے تو ضرور اُس کے قتل کا فتوے فقہا دیدیں۔ اور مروا ڈالیں اور جب کبھی امام مہدی موافق ان چاروں اماموں کے مذہب کے فتوے نہ دینگے تو وہ فقہا سمجھینگے کہ یہ گمراہ ہے اس لئے کہ اُنکے نزدیک اہل اجتہاد باقی ہی نہیں رہا اور اس کا زمانہ منقطع ہوگیا اور دنیا میں کوئی مجتہد پایا نہیں جاتا گویا اُن کے نزدیک خدا نے بعد اُن کے اماموں کے ایسے آدمی کا پیدا کرنا بند کردیا جس کو اجتہاد کا درجہ ہو۔

حقیقت میں مقلدین جس طرح پر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیا سمجھتے ہیں اپنے اپنے اماموں کو خاتم الائمہ جانتے ہیں اور جب امام مہدی سے امام کو ترک تقلید سے کافر اور گمراہ جانینگے اور واجب القتل سمجھینگے تو پھر ہم ایسے فرقہ سے کیا شکایت کریں اور اپنی نسبت گمراہی اور ضلالت کے فتوے سنکر کیوں رنجیدہ ہوں حضرات کو اختیار ہے جو چاہیں سو کریں دین کو خود برباد کریں اور کافرو مستحق قتل ہم کو بتادیں کیا انصاف ہے ع تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر۔

اب میں اُن شبہات کو جو علما کی مخالفت کے سبب سے پیدا ہوتے ہیں صرف ایک محقق کے قول کو نقل کر کے دور کرتا ہوں یعنی ابن قیم جس نے نہایت خوبی سے اس شبہ کو رفع کیا اور سارے خطرات کو دور کر دیا قال ابن قیم اذا جاءت ھٰذہ الی الخ[1] یعنی جبکہ کسی مسلمان کے نفس مطمئنہ کو اس طرف رجحان ہوتا ہے کہ وہ خاص پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کی خالص متابعت کرے تو نفس امارہ کی مزاحمت لوگوں کے قولوں اور رایوں سے اس کے ارادہ کے ظہور کے لئے ہوتی ہے پس نفس امارہ ایسے شبہات ڈالتا ہے جن سے کمال متابعت پیغمبر خدا کی آدمی نہ کرسکے وہ خدا کی قسم دلاتا ہے کہ میری غرض سوائے نیکی اور احسان اور توفیق خیر کے اور کچھ نہیں ہے حالانکہ خدا خوب جانتا ہے وہ جھوٹا ہے اور اصلی غرض اُس کی یہ ہے کہ وہ اپنی خواہشات کو پورا کرے اور متابعت کے جیلخانہ سے نہ نکلنے دے اور نفس امارہ ایسے شخص کو دھوکا دیتا ہے

[1] ہم نے بسبب طول ہونے کے اصل عبارت کو نقل نہیں کیا صرف ترجمہ پر قناعت کی ہے اور اصل عبارت دراسات کے صفحہ ۲۴۴ میں منقول ہے۔

کہ خالص پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تبعیت کا قصد کرنا اور آنحضرت کے قول کو سب علما کی رایوں پر مقدم سمجھنا گویا سارے عالموں اور تمام فقیہوں کی شان میں نقص لگانا ہے اور اُن کے ساتھ بے ادبی کرنا ہے کہ اُن میں سے کسی نے پیغمبر صاحب کے قول پر عمل نہ کیا اور سبھوں نے خود رائی کی اور یہ کیسی بدظنی ہے کہ سارے مولوی اور فاضل اور بڑے بڑے جو ہوئے وہ تو گنہگار رہے اور غلطی پر اور ہم ثواب ڈھونڈھتے ہیں حالانکہ یہ قوت اور طاقت ہم کو کہاں ہے کہ ہم اُن بزرگوں کے قولوں کو رد کریں اور اُن کی غلطی اور خطا نکالیں پس ان باتوں کے خطرات دل میں ڈالکر نفس امارہ قسم کھاتا ہے کہ خدا شاہد ہے کہ میری اور کچھ غرض سوائے احسان اور توفیق کے نہیں ہے پس اسی دھوکے میں بہت سے لوگ آجاتے ہیں پس ایسی باتوں کو نہ ماننا اور ایسے دھوکے میں نہ آنا چاہیئے اولئك الذين يعلم الله ما في قلوبهم فاعرض عنهم وعظهم وقل لهم في انفسهم قولا بليغا اور خالص متابعت کرنا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ ہے کہ جو کچھ آنحضرت لائے ہیں اُسکے سامنے نہ کسی قول کو دیکھے نہ کسی کی رائے پر لحاظ کرے کوئی کیوں نہ ہو بلکہ اول صرف حدیث کی صحت کی تحقیق کرلے پھر اگر اُسے صحت ہوجائے تو اُس کے معنی سمجھے جب معنی سمجھ لے تو ہرگز اُس سے عدول نہ کرے گو تمام مشرق سے لیکر مغرب تک اُس سے مخالف ہوں اگرچہ ایسا کبھی ممکن نہیں ہے کہ نعوذ باللہ کوئی حدیث ایسی ہو کہ اُمت محمدی میں کوئی اُسکا

قائل اور عامل نہ ہو ہاں یہ ممکن ہے کہ ہر کسی کو معلوم نہ ہو کہ کون شخص اُس حدیث کا عامل ہوا ہے یا ہے پس نہ جاننا ایسے آدمی کا جو کہ اُس حدیث کا قائل اور اُس پر عامل ہو خدا کے نزدیک اُس شخص کے لئے حجت نہیں ہو سکتی جو کہ حدیث کی صحت پر اطمینان کر کے اور اُسکے معنی سمجھ کر حدیث کو چھوڑے اور اُس پر عامل نہ ہو پس جب تو کسی نص کو پالے تو تجھے چاہیئے کہ اُس پر عمل کر اور یہ سمجھ لے کہ ضرور کوئی نہ کوئی اور بھی اس کا قائل اور اُس پر عامل ہو گا تجھ کو اُس کی خبر نہیں ہوئی اور اس سے تو اور علما کی محبت اور حفظ مراتب میں شبہ نہ کر اس لئے کہ مجتہدین اور علما سے خطا بھی ہو جاتی ہے اور اُس میں بھی اگر وہ بدنیتی نہ کریں مستحق ایک اجر کے ہوتے ہیں لیکن اس سے یہ لازم نہیں ہے کہ اُنکے غلط قول کی تبعیت کی جائے اور صاحب شریعت کے کھلے احکام چھوڑ دئے جاویں صرف یہ خیال کر کے کہ جن علما اور فقہا نے اس قول پر عمل نہیں کیا کہ وہ ہم سے زیادہ عالم اور بزرگ تھے اور ہم کو اُن کا سا مرتبہ حاصل نہیں اس لئے کہ جن لوگوں نے اُس نص پر عمل کیا ہے وہ بھی تجھ سے زیادہ عالم تھے تو تو نص پر عمل کرنے میں کیوں اُن سے موافقت نہیں کرتا اور یہ تو ممکن بھی نہیں ہے کہ کوئی نص موجود ہو اور کسی نے اُس پر عمل نہ کیا ہو بہر حال نص پر عمل کرنے والا کبھی تنہا نہ ہو گا اور ضرور اُس کے ساتھ اور لوگ ہونگے پس جو آدمی علما اور فقہا کے قولوں کو قرآن و حدیث سے ملا دے اور اُس سے مطابق کرے

اور جن کو مخالف نصوص کے پاوے اُس سے مخالفت کرے تو ایسی مخالفت
کرنے والے کی نسبت یہ شبہ کرنا کہ وہ اُن کا دشمن ہے یا کہ اُن کے حفظ
مراتب پر خیال نہیں کرتا یا اُن کو بُرا جانتا ہے بڑی غلطی ہے اس لئے
کہ حقیقت میں اُن کے کلام کو خدا اور رسول کے کلام پر عرض کرنا اور جو
مخالف اُس کے ہو اُسے نہ ماننا اصل پیروی اور اقتدا اُن عالموں کی
ہے کیونکہ اُنہوں نے خود یہی کیا ہے اور ایسا ہی کرنے کو اوروں کو
نصیحت کی ہے نہ کسی نے معصومیت کا دعوے کیا نہ اپنے قول کو
نصوص پر مقدم سمجھا پس اس سے ثابت ہوا کہ ان دونوں میں کیا فرق
ہے ایک ایسی تقلید کرنا کسی کی کہ اُس کی سب باتیں ماننا اور اُسکے
قول کو نہ خدا کے کلام سے جانچنا نہ رسول کی احادیث سے ملانا بلکہ
ایک معصوم کے قول کے موافق اُسی کو قبول کر لینا دوسرے اُس کے
علم اور فہم اور تفقہ سے استعانت کرنا اور جو چراغ علم کا اُس نے روشن
کیا اُس سے نور لینا پس جو مقلد ہے اور اول قسم میں داخل ہے وہ اس
عالم کے قول کو بلا تامل قبول کرتا ہے نہ اُس میں غور کرتا ہے نہ کتاب و
سنت کی سند سے اُسکی صحت کی تحقیق کرتا ہے اور جو محقق ہے وہ دوسری
قسم میں داخل ہے وہ اُس عالم کے قول کو بمنزلہ دلیل کے سمجھتا ہے
پس اگر پہلی دلیل اُسے مل گئی تو دوسرے استدلال کی کچھ حاجت
نہیں جس طرح پر کہ ستارہ قبلہ پر دلیل ہے مگر جبکہ آدمی خود قبلہ کو دیکھے
تو پھر ستارہ کی حاجت نہیں رہتی اسی طرح جب ہم نے کسی فقیہ یا

مجتہد کے قول کو سُنا تو ہم کو اُس پر عمل کرنے کی ابتدائی حجّت کافی ہے مگر جب ہم کو کوئی حدیث صحیح اُس کے موافق مل جاوے تو اس عالم یا فقیہ کے قول پر ہم کو کامل اطمینان ہوگا اور سُننے سے مرتبہ دیکھنے کا ہم کو حاصل ہوگا اور اگر اس کا قول مطابق حدیث کے نہ ہو یا اس سبب سے کہ وہ حدیث اُسے نہ ملی یا اس وجہ سے کہ اُس نے اجتہاد میں غلطی کی تو ہم کو اُس کے چھوڑ دینے میں کچھ تامل نہ ہوگا پس یہ اعتراض جو مقلدین کیا کرتے ہیں کہ جو لوگ تقلید کو واجب نہیں جانتے آخر وہ بھی فقہا اور علماہی کے قولوں پر عمل کرتے ہیں باطل ہوا اس لئے کہ واجب اور جائز میں بڑا فرق ہے پس ہمارا یہ قول نہیں ہے کہ علما فقہا کی باتوں کا ماننا یا اُن کے نکالے ہوئے مسئلوں پر عمل کرنا جائز نہیں ہاں ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ واجب نہیں بلکہ جس کو معلوم ہو جائے کہ خدا کا فلاں امر میں یہ حکم ہے یا اُس کے رسول نے فلاں معاملہ کی نسبت ایسا فرمایا ہے تو بمقابل اُس کے دوسرے کا اتباع جائز نہیں اس لئے کہ خدا اور رسول کے حکم کے سامنے دوسرے کا کچھ حکم نہیں علاوہ بریں اُن مجتہدین اور ائمہ نے جن کے قول کے اتباع کی نسبت یہ ساری بحث ہے خود بھی تو یہ دعوےٰ نہیں کیا کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں وہی حکم خدا اور رسول کا ہے بلکہ وہ صاف کہتے رہے ہیں کہ ہم اجتہاد کرتے ہیں ہمارے اجتہاد اور رائے کو جو چاہے مانے جو چاہے نہ مانے بلکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا خود یہ قول ہے کہ جو

شخص میری رائے سے بہتر رائے دے میں خود اُس کو قبول کرنے پر آمادہ ہوں اور نیز اگر اُن ائمہ ومجتہدین کا قول وہی ہوتا جو کہ خدا اور رسولؐ کا قول ہے تو اُن کے خاص شاگردوں کو اُن سے مخالفت کرنا جائز نہ ہوتا جس طرح پر کہ اصحاب کو پیغمبر کے قول سے مخالفت جائز نہیں ہے۔ فقط انتہٰی۔"

یہ قول ابن قیم کا جو ہم نے نقل کیا مقلدین کے سارے اعتراضات کا جواب ہے اور اس سے اُن کے کل شبہات رفع ہوتے ہیں پس باوجود اس کے بھی اگر کوئی تقلید کو واجب کہے اور اس کے واجب نہ کہنے والے کو دشمن اسلام کا اور بدعتی جانے اُس کے حق میں بجز اس کے کہ دعائے خیر کی جاوے کیا کہا جاوے۔

پس بفرض محال اگر عدم وجوب تقلید پر کوئی عالم بھی ہمارے ساتھ متفق نہ ہوتا اور سب اُس کے وجوب ہی کے معتقد ہوتے تب بھی ہمارا اُس سے انکار کرنا خرق اجماع نہ تھا نہ کہ اُس کے عدم وجوب پر ہزارہا علما کا اتفاق ہے بلکہ سارے صحابہ کل تابعین تمام تبع تابعین کا یہی عقیدہ تھا پس جو مقلدین یہ شبہ کرتے ہیں کہ اگر تقلید کے وجوب سے انکار کیا جائے تو بہت سے علما فضلا کے اوپر نقص عاید ہوتا ہے اور انکی شان میں غلطی کی نسبت ہوتی ہے اُن کو یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ اگر تقلید کا وجوب تسلیم کیا جائے اور اس کا منکر بدعتی اور فاسق اور گنہگار قرار دیا جائے تو کل محدثین اکثر اہل تصوف، اور اولیاء اللہ اور اکثر مجتہدین اور

محققین کا بدعتی اور فاسق ہونا لازم آتا ہے اس لئے کہ وہ تقلید کے تارک تھے پس تعجب ہے کہ وجوب تقلید کے نہ ماننے پر تو یہ شبہ کیا جاوے کہ اکثر علما کی خطا ثابت ہوتی ہے اور اُس ماننے پر یہ خیال نہ ہووے کہ اکثر محدثین اور اولیاے کرام اور محققین کا گنہگار ہونا لازم آتا ہے پس بالفرض اگر ایک فرقہ کا چھوڑنا ہی لازم ہوا تو اب اختیار رہے جو چاہے تقلید میں داخل ہوا ور محدثین اور اولیا اور اہل تصوف کو چھوڑے اور جسے منظور ہو وہ حدیث پر عمل کرے اور اُس زمانہ کے لوگوں کو چھوڑے جو کہ عہد نبوت سے دور ہوتا گیا اور جس میں بدعت کا رواج بڑھتا گیا۔

مقلد۔ یہ ہم نہیں کہتے کہ اجتہاد اُنہیں اماموں پر ختم ہو گیا مگر آجکل کسکو ایسا علم ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ کے قول پر جرح کر سکے اور کس کو اُن کا سا تقویٰ اور بزرگی اور احتیاط ہے کہ اُن کے کلام کو نہ مانے ہاں جو کوئی اُن کا سا علم اور ویسا تقویٰ رکھتا ہو وہ اجتہاد کرے مگر تب بھی قرب زمانہ نبوت کی فضیلت کہاں سے اب کوئی پاویگا۔

غیر مقلد۔ اس دلیل سے تو آپ ہی کی تقلید باطل ہوتی ہے اسلئے کہ دوسرا فریق بھی کہہ سکتا ہے کہ ائمہ اربعہ بھی پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کے اصحاب کرام کے ہم تبہ نہ تھے اور مہاجرین و انصار میں داخل نہ تھے پس چاہیئے تھا کہ وہ بھی اصحاب کرام کے اقوال میں جرح و تعدیل نہ کرتے اور کسی ایک صحابی کے سارے قولوں کو تسلیم کر لیتے پس جب کہ

مجتہدین نے اصحاب نبوی کے قولوں میں جرح وتعدیل جائز رکھی۔
اور حضرت ابوبکر صدیق سے یار غار اور حضرت عمر فاروق سے فقیہ اور
حضرت علیؓ سے عالم جن کی فضیلت میں آیتیں بھی نازل ہوئیں اور جنکی
شان میں پیغمبر خدا نے حدیثیں بھی فرمائی ہیں اور جن کی ہجرت اور
نصرت کی خدا نے تعریف بھی کی باوجود اس کے تیسرے طبقے کے لوگ اس
امر کے مجاز ہوں کہ وہ ایسے اصحاب جلیل القدر کے قولوں میں سے
جس کو مطابق کتاب وسنت کے پاویں اُسے لیں اور جس کو مخالف پاویں
اُسے چھوڑ دیں اور ترک کریں اور اس سے اُن کی نسبت یہ شبہ نہ ہو
کہ وہ اصحاب کی بزرگی کے معتقد نہ تھے جو اُن کے قولوں سے انکار
کرتے تھے اور بعد ائمہ اربعہ کے جو زمانہ آوے اُس میں کوئی اُن ائمہ
کے اقوال میں جرح وتعدیل کرنے کا مجاز نہ ہو اور سب کو کسی ایک
امام کی منجملہ چار اماموں کے تقلید واجب ہووے اور جو واجب نہ
جانے اُس پر یہ الزام لگایا جاوے کہ وہ اُس امام کی بزرگی کا منکر ہے
یہ ایک نہایت حیرت کی بات ہے۔

مقلد۔ اگر حدیث پر عمل کیا جائے تو آجکل کس کو طاقت ہے کہ وہ
تمام احادیث کو جمع کر کے ناسخ ومنسوخ میں تمیز دے اور قوی اور
ضعیف کو جدا کرے اور اُس سے مسائل کو استخراج کرے۔

غیر مقلد۔ کیا آپ کے نزدیک احادیث کی کتابیں فقہ کی کتابوں سے
بھی زیادہ مشکل ہیں اور کیا اُصول حدیث کے اُصول فقہ سے بھی زیادہ

دقیق ہیں اور کیا احادیث کو اگلے لوگ جمع نہیں کر گئے اور کیا اُن کے
اقسام ضعیف وحسن وغیرہ کو جدا جدا نہیں کر دیا اور کیا موضوعات کو
صحاح سے علیحدہ نہیں کر دیا اور کیا جو اختلاف احادیث میں ہے اُسکی
تطبیق محدثین نے اب تک نہیں کی ہے حقیقت یہ ہے کہ جس قدر
تحقیقات احادیث کی محدثین نے کی ہے اور جس قدر مادہ احادیث پر
عمل کرنے کا اس وقت موجود ہے اور جیسی آسانی اُس میں ہے اُسکا
کچھ بیان نہیں ہو سکتا اگر کوئی شخص فقیہ بننا چاہے تو جس قدر محنت اور
وقت اُس کو ہوگی اتنی محنت اور دقت علم حدیث کے سیکھنے پر نہ ہوگی
پس تعجب ہے کہ ہدایہ اور مبسوط وغیرہ جن کا سمجھنا بغیر اُصول منطق اور
قواعد فلسفہ کے دشوار ہو آپ سمجھ سکیں اور روایات مختلفہ کو جمع کر کے
مسائل فقہی کو نکال لیں اور پھر باایں ہمہ اختلاف مسائل فقہیہ کا رفع نہ ہو
بلکہ قطع نظر اس اختلاف کے جو چاروں مذہب میں ہے ہر مذہب میں
صدہا مسائل اختلافی موجود ہوں اور صاف اور کھلی ہوئی حدیثوں کا
سمجھنا آپ کے نزدیک مشکل ہو اور اُنکا اختلاف رفع کرنا اور اُس پر عمل
کرنا آپ کے نزدیک محالات اور ممتنعات سے ہو اور ساری حدیث کی
کتابیں اور اُن کی شرحیں اور محدثین کی تحقیقاتیں عبث ہوں اسلئے
کہ اُن کو نہ کوئی سمجھ سکتا ہے نہ اُس پر عمل کر سکتا ہے پس حدیث کی
کتابیں سوائے اس کے کہ واسطے تبرک اور برکت کے دوہرے کپڑے
میں غلاف کے اندر رہیں اور کبھی کسی فقہی مسئلے میں اُن پر رجوع نہ

کی جاوے آپ کے کسی کام میں نہیں آسکتیں اور استخراج مسائل کے لئے آپ اُن سے کچھ کام نہیں لیتے اگر لیتے ہو تو ذرا مہربانی کر کے بتلاؤ کہ کسی فتوے میں خلاف اقوال فقہا کے کوئی مقلد حدیث کی بھی سند لایا ہے اگر لایا ہو تو پیش کرو ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین اگر آپ غور کریں اور اپنے علما کے اقوال پر نظر کریں تب آپ کو معلوم ہو کہ فقہا نے احادیث کی کیسی قدردانی کی ہے میں اپنے اس قول کی تائید میں صرف ایک فقیہ کے کلام کو نقل کرتا ہوں وہ فرماتا ہے[1] اعلم ان اصول الفقہ فرع لعلم اصول الدین واکثر التصانیف فی اصول الفقہ لاھل الاعتزال المخالفین لنا فی الاصول واھل الحدیث المخالفین لنا فی الفروع ولا اعتماد علے تصانیفھم یعنی اکثر تصانیف اصول فقہ کی معتزلہ کی ہیں جو اصول میں ہمارے مخالف ہیں یا اہلحدیث کی ہیں جو فروع میں ہمارے مخالف ہیں اور اُن کی تصانیف پر کچھ اعتبار نہیں ہے پس مقلدین نے گویا اہل حدیث کا ایک فرقہ علیحدہ تصوّر کیا اور ان کی تصانیف کو اعتبار کے لائق نہ جانا پس نہایت افسوس کا مقام ہے کہ تقلید کی وجہ سے اہلحدیث دائرہ سنت سے خارج کر دئے جائیں اور اُن کی تصنیفات پر صرف اسی قصور میں کہ وہ فقط حدیث پر یعنی پیغمبر صاحب کے قول کو مانتے ہیں اعتبار نہ کیا جائے میں حیران ہوں کہ اگر اہلحدیث ہی دائرہ سنت سے خارج ہوں تو پھر دوسرا کون ہے جو سنی ہو سکے

[1] دیکھو کشف الظنون مطبوعہ کے صفحہ ۸۹ کو۔

سچ کہا ہے مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنے ایک رسالے میں جو جواز میں اشارے کے لکھا ہے کہ بالجملہ بدلیل باطل کسے مخالفت پیغمبر خدا کردن و خلاف امام مذہب رفتن و باوجود آن خود را سنی پنداشتن جز جہل و نادانی و یا تعصب نفسانی چیزے دیگر نباشد سنی آنکہ کار سنت کند و رافضی آنکہ ترک سنت کند۔

مقلد۔ پس تم بدعتی اور فاسق ہو بلکہ کافر جو تقلید کو واجب نہیں جانتے ہو تمہارے کفر کا فتوٰے لکھا جاویگا اور تمہارا کھانا پینا بند ہوگا تاکہ آیندہ پھر کوئی دین کو برباد نہ کرے اور مذہب میں فتنہ و فساد نہ کھڑا کرے۔ غیر مقلد۔

من از آن حسن روز افزوں کہ یوسف داشت دانستم
کہ عشق از پردۂ عصمت بروں آرد زلیخا را

سنو ہم تو اُسی روز سے آپ کے کفر کے فتوے کے منتظر ہیں جب سے ہم نے قرآن اور حدیث کو اپنا متمسک بنایا اور زید و عمرو کو چھوڑا اور پابندی رسم کی ترک کی حضرت خدا کے نزدیک کافر نہ ہونا چاہیئے وہ اگر ہمارے کفر کا فتوٰے دے تو البتہ ہم کو نقصان ہے ورنہ اگر دنیا کے سارے بندے ہم کو کافر کہیں اور خدا کے ساتھ ہمارا معاملہ راست راست ہو اور اُسکے پیچھے اور اُسکے رسول کے پیچھے ہم کافر بتائے جاویں تو اس کفر پر ہمارے ہزار ایمان قربان اور ہزار اسلام صدقے ہیں اور بڑے بڑے امام اور اچھے اچھے ولی اور نامی نامی محقق ہمارے اس کفر کے شریک ہیں اور یہ آپکا فرمانا کہ اگر ہم ایسا نہ کریں تو دین برباد ہو جائے سو جب صد ہزار حیرت ہے کہ حدیث پر عمل

کرنے میں دین کی بربادی کیا ہوگی اگر آپ کے نزدیک حدیث پر عمل کرنے سے دین برباد ہوگا تو وہ دین جس کا مدار سوائے قرآن و حدیث کے اور سی پر ہو اُس کا برباد ہی ہونا بہتر۔

قول فیصل بہ نسبت تقلید و عمل بالحدیث کے

بعضوں کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ اگر تقلید چھوڑ دی جاوے تو حدیث پر کیونکر عمل کیا جاوے اور جو اختلاف احادیث میں ہے وہ کیونکر رفع کیا جاوے آخر تقلید چھوڑنے پر بھی ہم کو اجتہاد کرنا پڑیگا اور سارے جزئیات مسائل کا احادیث سے نکالنا ممکن نہ ہوگا تو چار عمدہ اور اچھے اماموں کے مذہب کو چھوڑنا اور ایک نیا مذہب کھڑا کرنا نادانی ہے اس لئے یہہ قول فیصل جو محققین علما لکھ گئے ہیں ہم بھی لکھتے ہیں۔

یہ امر خیال کرنا کہ منجملہ مذاہب اربعہ کے کسی مذہب کے مسائل پر عمل کرنا جائز نہیں ہے غلطی ہے بلکہ ہمارا قول صرف یہ ہے کہ تقلید کو واجب جاننا اور اُسکی اس طرح پر پابندی کرنا کہ ایک امام کے مقلد کو دوسرے امام کے کسی مسئلے پر عمل کرنا یا اپنے امام کے کسی قول کو صریح مخالف حدیث کے پاکر اُس کا ترک نہ کرنا یا کسی مسئلے میں اجتہاد کی طاقت رکھ کر اجتہاد نہ کرسکنا غلطی ہے اور یہ اگلے لوگوں کے طریق کے خلاف ہے بلکہ چاروں اماموں میں سے کسی کے قول کو ماننا یا اُنکے استخراج کئے ہوئے مسائل پر عمل کرنا نہایت ہی بہتر ہے اور آجکل تو نہایت ہی مناسب اور

ضرور ہے اور عامیوں کو تو سوا ے اس کے کچھ چارہ نہیں لیکن چند شرائط سے :-

اوّل- جائز ہونا اجتہاد کا اور ترک تقلید کا اگر کوئی شخص ایک مسئلے میں بھی اجتہاد کر سکے -

دوسرے چھوڑ دینا کسی قول کا جبکہ کسی حدیث صحیح صریح سے مخالفت اُس کی ثابت ہو جائے اور اُس حدیث کا نہ منسوخ ہونا پایہ ثبوت کو پہنچے -

تیسرے نہ اعتقاد رکھنا اس امر کا کہ ایک امام کے مقلد کو دوسرے امام کے قول پر عمل کرنا نا جائز ہے -

چوتھے مقدم رکھنا احادیث اور اصول احادیث کو قیاس اور قواعد مقررہ اصولی پر -

پس ان چاروں شرطوں کے ساتھ ہر شخص کو اختیار ہے کہ جس امام کے مذہب پر چاہے چلے اور جس کے قول کو معتبر اور اچھا جانے اُسکو اختیار کرے اور یہی مطلب ہمارا ہے اور یہ غرض ہماری نہیں ہے کہ کسی امام اور کسی فقیہ اور کسی مولوی کے کسی قول کو نہ مانے اور ہر شخص عامی ہو یا خاص عالم ہو یا جاہل وہ ہر مسئلے میں اپنا ہی اجتہاد کرے اور سارے جزئیات خود ہی کتاب و سنت سے نکالے -

پس افسوس ہے اُن لوگوں پر جو کہ باوجود علم و فضل کے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ چاروں مذہب میں سے کسی مذہب کی پابندی ترک کرنی اور دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنا یا چاروں مذہب کو چھوڑ کر حدیث

پر عمل کرنا یا اجتہاد کرنا جائز ہی نہیں ہے اس لئے کہ حقیقت میں یہ قول ایک نیا حکم شریعت کا ہے اور جس کا قائل اپنے آپ کو صاحب شریعت ہونیکا درپردہ دعوی کرتا ہے طحطاوی میں ایک بڑے فقیہ صاحب کمال کا قول لکھا ہے کہ المنتقل من مذهب الى مذهب باجتهاد و برهان اثم يستوجب التعذير فلا اجتهاد برهان اولى اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ باوجود اجتہاد و برہان کے ایک مذہب کا چھوڑنا اور دوسرے مذہب کا اختیار کرنا جائز نہیں ہے بلکہ گنہگار ہے اور ایسا کرنیوالا واجب التعذیر مگر افسوس ہے کہ اس قول کے کہنے والے نے یہ خیال نہ کیا کہ وہ خدائے تعالیٰ کو قیامت کے دن کیا جواب دیگا اور اپنی طرف سے فہرست میں گناہوں کی ایک گناہ بڑھا دینے پر کیا دلیل پیش کریگا سچ یہ ہے کہ اگر ایسی ایسی باتیں یہ لوگ نہ لکھ جاتے اور ان دھمکیوں سے جاہلوں کو نہ ڈراتے تو تقلید کا ایسا زور شور کیونکر ہوتا اور حدیث پیغمبر خدا علیہ التحیۃ و الثنا پر عمل کرنا کیوں کر چھوٹتا وما سعادة الدارين الا بالاعتصام به

ان لم يكن فى معادى اخذا بيدى فضلا والا فضل يا زلة القدم

میں اب اس مضمون کو ختم کرتا ہوں اور اسی بحث کے متعلق میں اور کچھ لکھونگا اور اُن اقوال کو جو مقلدین تقلید کی نسبت بیان کیا کرتے ہیں مفصل لکھ کر اُسکا جواب دونگا اور جو کچھ شرح سفر السعادة اور تفسیر احمدی وغیرہ میں لکھا ہے اُسکو بجنسہ نقل کر کے اُس جواب سے سب کو آگاہ کرونگا جو محدثین اور مجتہدین نے بہ نسبت اُس کے دیا ہے اور علاوہ اُسکے سارے شبہات اور

اعتراضات کو مقلدین کے نہایت خوبی سے بیان کرکے اُسکی بُرائی بھلائی کو ظاہر کرونگا افسوس ہے کہ مضمون بڑا اور رسالہ چھوٹا کیونکر جو کچھ دل میں ہے اُسے لکھوں مگر خیر اب تو اس پر ختم کرتا ہوں اور جو رہ گیا ہے اُسے دوسرے رسالہ میں لکھونگا۔

مجھے اپنے بھائیوں سے امید ہے کہ دیکھتے ہی خفا نہو جائیں اور ہر فقرے پر گالی دینا اور بُرا کہنا شروع نہ کریں بلکہ اول ذرا دل کو ٹھنڈا کریں اور غور سے دیکھیں اور پھر انصاف کریں اسلئے کہ یہ جو کچھ لکھا گیا وہ صرف مجتہدین اور محققین کے اقوال کی نقل ہے نہ فقط کاتب کی رائے اور وہ اقوال بھی محدود نہیں اور جو کچھ لکھے گئے اُسی پر ختم نہیں بلکہ صرف بطور نمونے کے ہیں اور مثل اُس کے صدہا قول بڑے بڑے محققوں کے اُسکی تائید میں ہیں اگر صرف ہماری ہی رائے ہوتی تو ہم مستحق عتاب اور قابل ملامت کے تھے جبکہ ہم نقل کرنے والے اور جمع کردینے والے اُن کے قولوں کے ہیں تو حضرت جو کچھ ارشاد فرماوینگے اول بزرگوں کی ارواح پر اُس کا اثر ہوگا پیچھے ہمارے اوپر اور ہم تو اپنی عزت اسی میں سمجھتے ہیں کہ خدا اور اُس کے رسول کے پیچھے لوگ ہم سے دشمنی رکھیں اور ہمکو عمل بالحدیث کے سبب سے کافر کہیں اور ہم بھی اپنے سچے خدا اور سچے رسول سے مضمون اس مصرع کا ع عالم تمام دشمن جاں شد برائے تو عرض کریں اے بھائیو ان سب باتونکو غور سے دیکھو اور انصاف کرو تلك اٰیات اللّٰہ نتلوھا علیك بالحق فبایّ حدیث بعد اللّٰہ و اٰیاتہ یومنون ۝ تمام شد

کے نتیجہ خیز واقعات فلسفہ تاریخ کی روشنی میں لائے گئے ہیں اور فلسفہ و علم کلام میں اُنکے عظیم الشان کارناموں پر نہایت وسیع بحث کرکے دکھایا گیا ہے کہ مغربی خیال کے مطابق جس علم کلام کی آجکل زمانہ کو ضرورت ہے اور فلسفۂ جدید کے جو مسائل آج یورپ کی ایجاد سمجھے جاتے ہیں مولانا روم اُس کے بانی ہیں اور مثنوی معنوی میں اُس کی پوری توضیح موجود ہے۔ مولفۂ مولانا شبلی نعمانی۔ قیمت عہ +

آثار اکبری

یہ کتاب دارالحکومت فتح پور سیکری اور اُسکے مضافات کی قدیم اور منتم الشان اکبر شاہی عمارتوں کی ایک نہایت مفصّل تاریخ ہے جسکے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ ہندوستان میں مسلمانوں نے کس شان و شکوہ کی عمارتیں تعمیر کی تھیں اُن کا خاص فن تعمیر کس قدر عجیب و غریب اور حیرتناک تھا۔ جر ثقیل کے علم میں وہ کسقدر ماہر تھے۔ رفاہ عام کے مخصوص تعمیرات میں اُن کی کیسی کیسی شاندار یادگاریں تھیں۔ اور اُنہوں نے واٹر ورکس اور از خود آٹا پیسنے والی کلیں کیسی آہم ایجاد کی تھیں۔ عمارتوں کے ساتھ بانیاں عمارت کے حالات بھی لکھے ہیں۔ کتابیں اور شاندار عمارتوں کے نقشے بھی دیدیئے ہیں۔ ناظرین اسکے مطالعہ سے اس بیسویں صدی میں اکبر و جہانگیر کے عہد کا تمدّن بچشم خود دیکھ سکتے ہیں۔ قدیم عظمت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ عبرت خیز کتاب ہے۔ قیمت ... لعہ +

آثار خیر

یہ کتاب باعتبار مضمون بالکل نئی طرز کی کتاب ہے جسکی تدوین کا فخر منشی سعید احمد صاحب مارہروی کو حاصل ہے۔ اکثر ناواقف کہا کرتے ہیں کہ مسلمان بادشاہوں نے کوئی کام اس ملک کی بہتری کیلئے نہیں کیا آثار خیر میں مستند تاریخوں کی مدد سے دکھایا گیا ہے کہ ہندوستان کی اسلامی سلطنت کو امور رفاہ عام (پبلک ورکس) میں کس قدر اہتمام تھا اور رعایا کی آسائش کے لئے کتنے مدرسے۔ شفاخانے۔ خیرات خانے۔ پل۔ تالاب۔ باؤلیاں۔ سرائیں

سڑک - یتیم خانے - اور مسافر خانے وغیرہ ملک کے ہر حصے میں کھلے ہوئے تھے - مولف کی خاص نظر ثانی و اضافہ مضامین کی خصوصیت کے ساتھ یہ کتاب شائع کی گئی ہے
قیمت ۸ر

حیاتِ خسرو

حضرت امیر خسرو دہلوی کو اہل ایران خسرو شعرا مانتے ہیں وہ فارسی لٹریچر کے مجتہد اور ایک خاص طرز کے موجد تھے کاتبی قزوینی وغیرہ ناموران عجم کو انکے اتباع پر ناز ہے - ہندی اور سنسکرت میں بھی وہ یگانۂ روزگار تھے اور ہماری زبان (اردو) کی بنیاد انھیں سے پڑی ہے - اس کتاب (حیاتِ خسرو) میں انکے واقعات زندگی پر ہر پہلو سے روشنی ڈالی گئی ہے اور اُن کے کلام کے ہر صنف کا مکمل نمونہ پیش کیا گیا ہے - نہایت دلچسپ اور دلکش سوانح عمری ہے - قیمت ۱۲ر

اَلدِّین یُسر

یہ محققانہ رسالہ درحقیقت حدیث نبوی اِنَّ الدِّینَ یُسرٌ (دین تو آسان چیز ہے) کی ایک بےمثل حکیمانہ تفسیر ہے جس میں نصوص صحیحہ سے ثبوت دیا گیا ہے کہ ہمارے مذہب کے اصول نہایت آسان ہیں اور فروع میں بھی دشواری نہیں - مذہبی احکام میں آجکل جو سخت دشواریاں نظر آتی ہیں وہ زمانۂ انحطاط کے مولویوں کی پیدا کی ہوئی ہیں - اسلام کے تمام احکام اصل میں نہایت سادہ و قریب الفہم ہیں - ہر قوم اور ہر ملک کے لئے اسلام کی پابندی آسان ہے اور ہر حیثیت سے دُنیا کے عالمگیر مذہب ہونے کی اِس میں صلاحیت موجود ہے - مولفہ شمس العلماء مولوی خواجہ الطاف حسین صاحب حالی - قیمت ... ۲ر

اورنگ زیب پر ایک نظر - قیمت ۸ر ہندو رانیاں - قیمت ۸ر - مسلمانوں کی ترقی اور انکے تنزل کے اسباب - قیمت ۸ر - منہاج القواعد قیمت ۱۲ر - تفسیر السموات قیمت ۸ر - اولۃ الکرام قیمت ۴ر - مسلمانوں کی تہذیب قیمت ۴ر

المشتہر منیجر بک ڈپو و جیسل ٹریڈنگ کمپنی لمیٹڈ امرت سر

MOONES BOOK DEPOT
Sotha Street, Badaun, U. P. (India)

Author Muḥsin..
Title Taqlīd a

MG1

~~26.4.50~~